پارۂ عمّ

کی

قرآنی کرنیں

عصری تشریح

از

محمد رحیم الدین ایم۔ اے
پرنسپل عثمانیہ کالج ورنگل

(انگریزی ترجمہ)

(ہدیہ ۱؍۸)

فہرست

قرآنی کرنیں

پارۂ عمّ
کی
عصری تشریح

از

محمد رحیم الدین ایم۔ اے
پرنسپل عثمانیہ کالج گلبرگہ
(گلبرگہ شریف)

پیش لفظ از

مولٰنا سید مناظر احسن گیلانی
صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جیسا کہ معلوم ہے قرآن اور قرآنی تعلیمات کے متعلق خود اُن کے نازل کرنے والے نے مسلسل یہی اعلان کیا ہے کہ کسی نئے اور جدید دین کی دعوت اُن سے مقصود نہیں ہے، بلکہ بنی نوع انسانی کو اپنی انفرادی، خاندانی، اجتماعی اور عام جنسی تعلقات میں نیز خالق ومخلوق کے درمیان جو فطری تعلق ہے، زندگی کے ان تمام شعبوں میں جن غیر فانی صداقتوں کے تحت آدمی کو زندگی گزارنی چاہئے، وہی ازلی اور ابدی سچائیاں ہر قسم کی آلائشوں سے پاک وصاف کر کے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن کی شکل میں قدرت دنیا کے سپرد کر رہی ہے۔ دنیا کے عام ادیان و مذاہب اور اُن مذاہب کے پیش کرنے والے بزرگوں کے ساتھ تکذیب وتحقیر وتغلیط نہیں بلکہ احترام وتصدیق وتصحیح وتکمیل کے تعلق کا قرآن میں بار بار اعادہ کیا گیا ہے اس کی وجہ یہی ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد القرآن العظیم کی ابتدا جس سورہ (البقرہ) سے شروع ہوتی ہے اس کی پہلی ہی رکوع میں اپنے ماننے والوں کی خصوصیتوں کو بیان کرتے ہوئے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ — پ البقرہ ع
اور جو لوگ مانتے ہیں اسکو جو تم پر اُتارا گیا، اور ان کتابوں کو جو تم سے پہلے اتاری گئیں

کی جوہری صفت اُن کے ایمان کی بیان کی گئی ہے۔ قرآن جس آخری رسول علیہ السلام پر نازل کیا گیا انکی نمایاں خصوصیت ہی یہ ظاہر کی گئی ہے کہ وہ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ — پ۳ ال عمران ع
رسول ہیں ان ساری (نبوتوں اور کتابوں) کی تصدیق کرنے والے جو تمہارے پاس ہیں۔

ہیں، اور جس "پیغام" کو پیش کر رہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن ہی نے پوچھا ہے کہ

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ○ پ۱۸ المؤمنون ع۴

کیا انہوں نے بات سوچی نہیں، کیا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے گذشتہ باپ دادوں کو نہیں دی گئی تھی۔

اس حقیقت کو کبھی

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ پ۳۰ الاعلیٰ ع۱

یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے پہلی کتابوں میں بھی یہی ہے، یعنی ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں

کے الفاظ میں قرآن ظاہر کرتا ہے اور کبھی

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ پ۱۹ الشعراء ع۱۱

یہ تو وہی بات ہے جو اگلوں کی کتابوں میں تھی،

کی عام تعبیر میں قرآن اپنی اس خصوصیت کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہے،

اور ہے بھی یہی واقعہ کہ کتاب کا اتارنے والا بھی جب ایک ہو، اور جن کے لئے کتاب اتاری گئی، وہ بھی ایک ہی ہوں، یعنی اتارنے والا خود خالق تعالیٰ جل مجدہٗ کی ذات ہو اور اتاری گئی کتاب اس انسان کے لئے جو پہلے بھی انسان ہی تھا اور اب بھی انسان ہی ہے آئندہ بھی انسان ہی رہے گا تو زندگی کے جن اصول و ضوابط پر کتاب مشتمل ہے اس میں اصولی تبدیلی کی ضرورت ہی کیا تھی، جب آج سے ہزارہا سال پہلے پیدا ہونے والے انسانوں کی معاشی زندگی کے لئے یہی ہوا یہی پانی، یہی روشنی جس سے آج کل کے انسان مستفید ہو رہے ہیں کافی تھی، جن ضوابط و اصول کی پابندی کے ساتھ خود انسانیت کا ارتقاء وابستہ ہے کیوں سوچا جاتا ہے کہ بلاوجہ ان ٹھوس غیر فانی حقائق کو بدل دیا جاتا۔

گویا سمجھنا چاہئے کہ دنیا کی دوسری آسمانی کتابیں جو قرآن سے پہلے مختلف ممالک اور اقوام کو خدا کی طرف سے ملتی رہی ہیں، قرآن ان کتابوں کا آخری مکمل اور تازہ ترین اڈیشن ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں میں اس کی حسرت قطعاً باقی نہیں رہتی کہ انہوں نے انجیل و تورات یا اس قسم کی ان دوسری کتابوں کا مطالعہ کیوں نہیں کیا، جن کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے کسی زمانہ میں اتاری گئی تھیں، کسی کتاب کے آخری تازہ ترین اڈیشن کے پڑھ لینے کے بعد آپ خود سوچئے کہ خواہ مخواہ ان کرم خوردہ، بوسیدہ اوراق والے

اڈیشنوں کی کیا ضرورت باقی رہتی ہو جن کے متعلق نہیں بتایا جا سکتا کہ ان کے کل اوراق و اوراق
کی سطریں سطروں کے حروف صحیح حالت میں باقی بھی ہیں یا نہیں، صاف و پاک، قطعاً غیر مشکوک نسخے
کے رہتے ہوئے کٹے پھٹے، محکوک و مبہم مشکوک نسخوں کے مطالعہ میں سر کھپانا نہ صرف وقت کی
بربادی، اور خدا کی نعمت تازہ کی ناشکری ہے، بلکہ قصداً اپنے آپ کو مغالطوں میں الجھانے کی یہ خطرناک
کوشش ہوگی اس لئے قرآن کا کسی سے یہ مطالبہ نہیں ہے کہ اپنے موروثی اور آبائی دین یا اس دین کی
کتاب اور پیغمبروں سے تعلق توڑ کر قرآن کو اپنی زندگی کا لوگ دستور العمل بنائیں، بلکہ اس کی پکار اور دعوت
کا حاصل صرف یہ ہے کہ واقعۃً باپ داداؤں کے صحیح دین و آئین کو جو پانا چاہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ اپنے
دین اور دین کی کتابوں کے پرانے اڈیشنوں کا قرآن کے اس تازہ اڈیشن سے مقابلہ کر کے تصحیح کریں۔ اسکا
دعویٰ ہے کہ اپنے صحیح موروثی اور آبائی دین تک پہنچنے کی صرف ایک یہی قدرتی راہ باقی رہ گئی ہے اور
غور کیا جائے تو اس تدبیر کے سوا اپنے اپنے آبائی اور موروثی دین اور دھرم کے نصب العین تک پہنچنے کی
اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، آج دنیا میں مختلف مذاہب والے یا ان کے ماننے والے جو لوگ ہیں اپنی پرانی
مشکوک کتابوں کی تصحیح خود خدا سے پوچھ کر جب نہیں کر سکتے، تو خدا ہی کی طرف سے ان کتابوں کا جو آخری اڈیشن
ایک ایسی ہستی کے ذریعہ سے جب دنیا میں پھیل چکا ہے، جس کی صداقت اور سچائی ہر قوم کے منطقی تنقیحوں
سے گذرنے کے بعد واشگاف ہو چکی ہے، بتایا جائے کہ اس آخری اڈیشن کے ساتھ مقابلہ و تصحیح کے سوا کوئی
دوسری صورت ان پرانی کتابوں کی تصحیح ہی کیا باقی رہ سکتی ہے، پرانے اڈیشنوں کے متعلقہ شکوک و شبہات
کا فیصلہ صرف عقل اور تخمینہ کی راہ نمائی میں کیا اس فیصلہ کو خدائی فیصلہ کی قوت عطا کر سکتا ہے؟ واقعہ یہ
ہو کہ کوئی نہ اپنے بزرگوں سے توڑا جائیگا، اور نہ اپنے آبائی دین اور موروثی دھرم سے چھڑایا جائے گا،
بلکہ قرآن کو مان کر اپنے بزرگوں سے وہ قریب ہو جائیں گے جنھیں حوادث زمانہ نے ان سے دور کر دیا
ہے اور یوں اپنے اپنے بزرگوں کی کھوئی ہوئی تعلیم کو ہر ایک قرآن کی راہ سے پا لینے میں کامیاب ہو جاتا
ہے یہی قرآن کا پیغام اور اس کی دعوت کا اصولی محور ہے۔

آخری اڈیشن ہونے ہی کا نتیجہ یہ ہو کہ جن جن حوادثات سے گذشتہ ادیان و مذاہب کی کتابیں

دوچار ہوئیں، ان حوادث کے سدِ باب کی ذمہ داری ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن کے اُتارنے والے خالق قیوم نے خود لے لی ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ پ۲۹ سورۃ القیٰمۃ — ہم ہی ذمہ دار ہیں قرآن کے جمع رکھنے کے بھی اور پڑھانے کی بھی

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ع — پھر ہم ہی پر ذمہ داری ہے اسکے مطالب کے بیان کرنے کی بھی

ان ذمہ داریوں کا اعلان کیا گیا ہے، جن کا مطلب جیسا کہ ظاہر الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے یہی ہے کہ قرآن اور قرآن کی ہر آیت کا جمع رکھنا، اور ضائع ہونیسے بچانا صرف اسی کا خدائے قادر و توانا ذمہ دار نہیں ہے، بلکہ اس کا ذمہ دار بھی وہی ہے کہ ہمیشہ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری رہیگا، اور یہی نہیں بلکہ اس کتاب کے صحیح مقاصد و اغراض کے بیان اور اظہار کا سلسلہ بھی کبھی منقطع نہ ہوگا، دنیا کی فہم و تفہیم، تعبیر و تقریر، تحریر و انشا، کا رنگ جس قالب کو بھی اختیار کرے گا، اسی قالب اور اسی پیرایۂ ادا میں قرآن کے مطالب کے بیان کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے، ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کے الفاظ سے میرا خیال ہے قرآن نے اسی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

یہ تینوں ذمہ داریاں آج سے تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ایک ایسی قوم کے درمیان لی گئی تھیں، جو عرب کے بیابان و صحرا کے سوا آباد دنیا سے بہت کم تعلق رکھتی تھی، ساری دنیا کے حساب سے یہ ذمہ داریاں کیسے پوری ہوں گی، اس وقت اس کا سمجھنا دشوار تھا، لیکن زمانہ گذر گیا، صدیوں پر صدیاں چڑھتی چلی جارہی ہیں، اور قرآن کی یہ اعلان فرمودہ ذمہ داریاں پورے آب و تاب کے ساتھ تاریخ کے ہر دور میں پوری ہیں، اس وقت تک پوری ہو رہی ہیں۔ اور اب تو حالات ہی ایسے ہیں کہ خود ان حالات ہی کے تحت یہ ذمہ داریاں انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہوتی رہیں گی۔ آخر جب ایسی کتابیں جنکے نسخے گم ہو چکے تھے جن کے پڑھنے والے دنیا میں باقی نہیں رہے تھے جن کی زبان اور لغت کو لوگ بھول چکے تھے جب ان کے نسخے تک ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کسی نہ کسی شکل میں شائع کئے جارہے ہیں، ان کے پڑھنے کی بلکہ کسی نہ کسی حد تک ان کے سمجھنے تک میں لوگ کامیاب ہو رہے ہیں۔ تو خود ہی سوچنا چاہیے کہ قرآن جسکے پڑھنے والے کروڑہا کروڑ کی تعداد میں ایشیا، اور افریقہ بلکہ یورپ کے بعض خطوں میں بھی پائے جاتے ہیں نہ صرف

پڑھنے والے بلکہ زبانی ازبر سنانے والے حفاظ قرآن کی تعداد لاکھوں لاکھ سے متجاوز ہے، ہر سال دنیا کے اکثر حصوں میں ہزارہا ہزار نسخے اس کے طبع ہو کر دنیا میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ بھلا ایسی کتاب کے متعلق قرآن کی مذکورہ بالا ذمہ داریوں کی تکمیل میں اب شک کی گنجائش ہی کیا باقی رہتی ہے، بلکہ تیرہ سو سال کا تجربہ اس کی بھی تصدیق کر رہا ہے کہ جس زمانہ میں تعبیر کے جس قالب میں قرآن کو لوگوں نے سمجھنا چاہا اسی تعبیری قالب میں اس کتاب کے سمجھانے والے پیدا ہوتے رہے، عرب کے باشندے شروع شروع میں جب مسلمان ہوئے تو یہود و نصاریٰ کے علوم سے وہ بہت متاثر تھے۔ دیکھا گیا کہ یہود و نصاریٰ کے ان علوم کو سیکھ کر قرآن کے سمجھانے والے قرآن کو سمجھا رہے ہیں، پھر یونانیوں کا فلسفہ مسلمانوں کے یہاں داخل ہوا، چاہا گیا کہ اس فلسفہ کی زبان میں قرآن سمجھایا جائے، کون نہیں جانتا کہ اس راہ میں کتنے مرد میداں پیدا ہوئے۔ اب دنیا پر یورپ کے علوم و فنون کا رعب طاری ہے مطالب کے اظہار کا پیرایہ بدل گیا ہے اور اس کے ساتھ قرآنی اعلان اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ہم ہی پر ذمہ داری ہے اسکے مطالب کے بیان کرنے کی کی تفسیر بھی مختلف شکلوں میں دنیا کے سامنے شروع ہو گئی ہے، ایک طبقہ تقریباً ہر اسلامی ملک میں پیدا ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے جو عصری طرزِ تفہیم کو اختیار کر کے قرآنی مطالب و مقاصد کی اشاعت میں بحمد اللہ مشغول ہے۔

اس وقت آپ کے سامنے اس قرآنی دعویٰ کی ایک تازہ دلیل اس کتاب کی شکل میں پیش ہو رہی ہے، جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ جدید تعلیم کے ایک راستباز، مردِ مومن کی اخلاصی کوششوں کا نتیجہ ہے، ان کی عمر کا اکثر بیشتر حصہ جدید تعلیم کے ماحول میں گذرا، پڑھنے کا زمانہ بھی، اور اسکے بعد پڑھانے کی بھی دراز مدت اسی سلسلہ میں ان کی بسر ہوئی ہے، انگریزی زبان کے مستند اساتذہ میں آپ کا شمار ہے نظام کالج اور جامعہ عثمانیہ کے مرکزی کالج میں زمانہ تک انگریزی ادب کے ممتاز اساتذہ کی جماعت میں آپ شریک رہے ہیں اور آج کل بھی عثمانیہ کالج ورنگل کے آپ صدر ہیں۔

یہ ہمارے قدیم کرم فرما اور پرانے رفیق مولوی محمد رحیم الدین صاحب صدر کلیہ ورنگل ہیں، گو آپ سے واقفیت اور تعارف تو زمانہ سے رکھتا ہوں۔ لیکن یہ راز کچھ دن ہوئے مجھ پر واضح ہوا کہ

قرآن کے مطالعہ میں بھی اپنی زندگی کا قیمتی حصہ اندر ہی اندر آپ صرف فرماتے رہتے ہیں، جدید تعلیم کی اثرات سے دماغ تو روشن ہی تھا، دل بھی جب ایمان و اخلاص کے نور سے جگمگا اُٹھا تو جیسا کہ قاعدہ ہے۔ آپ کو قرآن فہمی کی نعمت بخشی گئی، اپنے طویل مطالعہ اور تدبر و تفکر کے دوران میں قرآنی تعلیم کا جو نظام آپ پر واضح ہوا ہے، اس کو آپ نے قلم بند کرنا شروع کیا اپنے مطالعہ کے ان نتائج کا ایک نمونہ کچھ دن ہوئے چند مختصر نماز میں پڑھی جانے والی عام سورتوں کی تفسیر کے ذریعہ سے آپ نے شائع بھی فرمایا، اہلِ نظر نے دیکھنے کے ساتھ آپکو مبارکباد دی کہ قرآنی مطالب کی تعبیر کے ایک نئے ڈھنگ سے روشناس کرنے کا سلیقہ آپ میں پیدا ہو گیا ہے اب اسی سلسلہ میں عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ کے پورے پارے کی سورتوں کو ان مطالب کے ساتھ جو آپ کے سمجھ میں آئے ہیں شائع کر رہے ہیں۔ آپ کے فرمانے پر طباعت سے پہلے خاکسار کے نظر سے آپ کی قرآنی تفہیم کا یہ نیا قالب گذر چکا ہے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ قرآنی الفاظ کی حقیقی روح کو باقی رکھتے ہوئے نئی طرزِ تعبیر میں ان کے مطالب کو آپ نے ادا کرنے کی ایک کامیاب کوشش فرمائی ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سلف صالح کے اصولی عقائد و مسلمات کے حدود سے قرآنی مطالب کی اس جدید تعبیر میں آپ نے تجاوز نہیں فرمایا ہے، مگر پیرایۂ بیان ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ گویا کوئی نئی اور تازہ چیز دنیا کے سامنے آپ پیش کر رہے ہیں۔ دل و دماغ دونوں کی سلامتی ہی کے بعد اس قسم کی کوشش میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، قرآن ہی کا وعدہ ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ پ۲۱ العنکبوت ع۷

اور میری راہ میں جنہوں نے کوشش کی ہم یقیناً اپنی راہیں ان پر کھولتے ہیں۔

میری یہ آرزو ہے کہ اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی کوئی اڈیشن اگر مولوی رحیم الدین صاحب اپنی اس کتاب کا شائع فرماتے تو اس کا فائدہ زیادہ وسیع اور وزنی ہو جاتا۔

بہرحال واقعہ یہ ہے کہ قدرت کا یہ کام جسے ہم کائنات کہتے ہیں جیسے اس کے اسرار و نوامیس کے متعلق یہ دعوٰی کہ اب آئندہ کسی نئے انکشافات کی گنجائش باقی نہ رہی بلکہ ہمیشہ بھی سمجھا گیا ہے اب بھی سمجھا جاتا ہے آئندہ بھی سمجھا جائے گا کہ پانے والوں نے جو کچھ پایا ہے وہ اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو ابھی نہیں پایا ہے کچھ یہی حال قدرت کے کلام یعنی قرآن کا ہے کہ تیرہ سو سال سے

اونچے نیچے بلند وپست ہر قسم کے دل دماغ والوں نے اس کتاب کو سمجھنا چاہا اور اپنے اپنے ظرف و گنجایش کے مطابق لوگوں کی سمجھ میں اس کی باتیں آئیں بھی پر

نہ ماند تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ایک واقعہ ہے جس کے اعتراف پر لوگوں کو پہلے بھی مجبور رہونا پڑا اور آئندہ بھی مجبور ہونا پڑیگا۔

سیّد مناظر احسن گیلانی

صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

(حیدرآباد دکن)

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

۱ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ (یہ لوگ) کس چیز کی نسبت سوال کرتے ہیں۔

۲ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ○ اس بڑے واقعہ کی نسبت (دریافت کرتے ہیں)

۳ اَلَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ○ یہ وہ (واقعہ) ہے جس میں وہ مختلف (نظریے رکھتے) ہیں۔

۴ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○ ہرگز ایسا نہیں، اونہیں ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

۵ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○ ہاں، ہرگز ایسا نہیں، اونہیں ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

۶ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ○ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا

۷ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ○ اور پہاڑوں کو میخیں؟

۸ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ○ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔

۹ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ○ اور ہم نے تمہارے سونے کے لئے راحت کا سامان بنایا۔

۱۰ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ○ اور ہم نے رات کو ڈھانکنے والی بنایا۔

۱۱ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ○ اور ہم نے صبح کو (آغاز حصول) معاش (کا وقت) بنایا۔

۱۲ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ○ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (طبقات) قائم کئے۔

۱۳ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ○ اور ہم نے بنایا چراغ ایک حال پر روشن اور چمکنے والا۔

۱۴ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ○ اور ہم نے برسایا، پانی بھرے بادلوں سے، پانی بکثرت۔

۱۵ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ○ تاکہ اس (کے ذریعہ) سے نکلے غلّہ اور نباتات۔

۱۶ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ○ اور باغ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے (گھنے)

۱۷ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ○ بیشک فیصلہ کا دن ایک مُعینہ وقت ہے۔

۱۸ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ○ اوس دن جب پھونکا جائیگا صور، تم آؤگے گروہ بہ گروہ۔

۱۹ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ	اور آسمان کھل جائیگا، پھر اس میں دروازے ہوں گے
۲۰ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ؕ	اور پہاڑ چلا دئے جائیں گے، پھر وہ ریت ہو جائیں گے۔
۲۱ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۙ	بیشک دوزخ ایک گھات یا کمین گاہ ہے۔
۲۲ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ	سرکشوں کے لئے جائے رجوع
۲۳ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۚ	اس میں ٹھیرے رہیں گے وہ لامحدود زمانہ تک
۲۴ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۙ	اُنہیں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا ذائقہ پائینگے اور نہ کسی پینے کی چیز کا
۲۵ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۙ	بجز گرم اور بہتی پیپ کے
۲۶ جَزَآءً وِّفَاقًا ؕ	بدلہ ہے برابر اور پورا
۲۷ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ	اونہیں حساب کی توقع نہ تھی۔
۲۸ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ؕ	اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بہت۔
۲۹ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ	اور ہم نے ہر چیز کو ضبطِ تحریر لا لیا ہے۔
۳۰ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ	پس مزہ چکھو۔ ہم تم پر نہ بڑھاتے جائیں گے مگر عذاب
ع ۲ اِلَّا عَذَابًا ۧ	(ہی عذاب)
۳۱ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ	بیشک ڈرنے والوں کی مراد حاصل ہوتی ہے۔
۳۲ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ	(اُن کے لئے) باغ اور انگور (ہیں)
۳۳ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ	اور نوخیز نوجوان عورتیں یکساں عمر (کی ہیں)
۳۴ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ؕ	اور پیالے چھلکتے ہوئے (ہیں)
۳۵ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۚ	نہیں سنیں گے وہاں بیہودہ بات اور نہ جھوٹ
۳۶ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ	(یہ) بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے دیا ہوا، حساب سے
۳۷ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا	جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان
بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ	ہے، (جو) بڑی رحمت والا ہے، اس سے خطاب کرنیکا کسیکو (بطور خود) اختیار نہ ہوگا

۳۸ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○

جس روز تمام ذی روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے کوئی بول نہ سکیگا بجز اوس کے جس کو رحمان حکم فرمائے اور بولے وہ ٹھیک

۳۹ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ○

یہ دن برحق ہے، پھر جو کوئی چاہے، اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنالے۔

۴۰ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ○ ع۲

ہم نے تم کو ایک قریبی عذاب سے ڈرایا ہے مطلع (و تنبیہ) کیا ہے، جس دن دیکھ لیگا آدمی اپنے ہاتھوں کئے ہوئے اعمال کو اور کہیگا کافر کہ کاش میں مٹی ہوتا۔

خلاصہ قیامت برحق ہے۔ قیامت کا تعلق، موت کے بعد کی زندگی سے ہے۔ قیامت کے دن اعمال کی تنقیح کی جاتی ہے اور حالات کا جایزہ لیا جاتا ہے۔ تنقیح مقدم کی صورتیں بھی ہیں اور تنقیح موخر کی بھی تاکید۔

قیامت اُخروی، مسلمانوں کے پیش نظر رہنا چاہئے۔ اسی طرح قیامت ہائے دنیاوی کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دنیاوی حالات کا بغور مطالعہ بتلاتا ہے کہ وقفہ وقفہ سے

۱) دنیا کا سکون وسکوت ٹوٹ جاتا ہے۔
۲) مسلمانوں کی زندگی سے چین اور اطمینان کے عناصر عنقا ہو جاتے ہیں
۳) تکان اور تعطل کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان اب کفار کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔
۴) اس نوبت پر دماغوں میں ایک ذہنی جھٹکا پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی اللہ کے بندے کے نعرہ کی گونج دلوں میں جذبۂ اسلامی کی لہر دوڑا دیتی ہے
۵) بالآخر صداقت کو فتح اور اسلامی مساعی کو کامرانی حاصل ہو کر مسلمان ایک حیات نو کے مالک بن جاتے ہیں۔

یہی اُن کی قیامت ہے ۔ اس مرحلہ پر گذشتہ اعمال بد سے توبہ کرکے آئندہ کے لئے اعمال نیک کے منصوبے باندھتے ہیں اور جنّت کی بشارت پاتے ہیں ۔

چاہے غفلت کتنی ہو مسلمان شخص مٹی بنا نہیں رہ سکتا ۔ توبہ و استغفار سے اس کا مذہب اس کی زندگی کو پھر سے سنوارتا ہے اور اس کا رب اس کے جسد و روح کو کر تازگی بخشتا ہے ۔

تمہید

ہر آغاز کا ایک انجام لازمی ہے ۔ انسانی حیات و ممات کا انجام روزِ آخرت یا قیامت ہے اس عظیم الشان واقعہ کی نسبت مذہب اسلام کے احکام صریح، واضح اور مدلل ہیں ۔ غیر مسلم طبقہ جات اس خصوص میں عجیب بحث مباحثہ کرتے رہتے ہیں ۔ کبھی انکاری پہلو اختیار کرتے ہیں، کبھی جزئیات کی نسبت اعتراضات کھڑا کرتے ہیں ۔ بہرحال ان کے سارے شبہات مادی نقطۂ نظر سے ایک امر پر مرکوز ہیں اور وہ یہ کہ

"کیا موت کے بعد پھر جی اُٹھنا ممکن ہے" ؟

اسی اہم مسئلہ کے مضمرات کو اس سورۂ مبارکہ میں واضح فرمایا گیا ہے ۔

اس سورہ میں قابلِ تفہیم اور غور طلب امور حسب ذیل ہیں :۔

روزمرہ واقعات سے قیامت کا ثبوت :۔

شکلِ اوّل

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ

(i) ۔ زمین بظاہر ساکت معلوم ہوتی ہے ۔ اس سے زیادہ ساکت اور خاموش کوئی چیز بظاہر نہیں ہے ۔ وہ ایک بستر ہے کہ بچھا دیا گیا ہے ۔ خود ساکت ہے اور جو اس پر پیٹا وہ بھی ساکت

(ii) ۔ لیکن زیرِ سطحِ زمین، بیسوں تغیرات واقع ہو رہے ہیں، یہ تغیرات سائنسی مظاہرات ہیں جو ابتدائے آفرینش سے جاری و ساری ہیں ۔

(iii) ۔ نتیجہ کے طور پر کبھی زلزلہ، زمین کا پھٹنا، اُبھرنا، فلک بوس

پہاڑوں یا زمین دوز غاروں اور جدید جزیروں وغیرہ کا وجود میں آنا ثابت ہے۔

خلاصہ یہ ہوا:۔

زمیں بظاہر ساکت تھی۔	اُبھار پیدا ہوا زلزلہ واقع ہوا	جدید پہاڑ جزیرے وغیرہ قائم ہوئے۔

شکل دوم:۔

وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ

(i) مرد کی زندگی ابتداءً خاموش یا بے حس رہتی ہے، طبیعت اَلھڑ اور لااُبالی رہتی ہے۔ فکر یا اُلجھاوے کا دور سے بھی تعلق نہیں رہتا۔

(ii) پھر بلوغت میں ہیجان نمودار ہوتا ہے، فطری جذبات کارفرما ہونے لگتے ہیں۔ جسمانی اُبھار ہوتا ہے، دماغی بے چینی واقع ہوتی ہے۔

(iii) نتیجہ کے طور پر جنسی تلاش پیدا ہوتی ہے۔ اس گرما گرمی کا باضابطہ عمل شادی بیاہ پر مختتم ہوتا ہے۔ جنس مقابل کی تلاش اور صحبت سے حیاتِ مکرر کا ارتقا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا:۔

مرد بظاہر خاموش اور مطمئن تھا	جوانی کا عالم آیا ہیجان اور گرمی کا زور شور ہوا	زوج اور زوجہ کا عروجی رشتہ قائم ہوا۔

شکل سوم:۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ (i):۔ دن کا وقت کاروبار میں گذرتا ہے۔ شام تک تکان

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ
وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۠

کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ بظاہر صلاحیت کار باقی نہیں رہتی۔ طبیعت پر مُردنی چھا جاتی ہے۔ ایسی حالت میں رات کی آمد ہوتی ہے۔ نیند آ گھیرتی ہے۔ گو یا حرکت اور کارکردگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(ii)۔ پھر صبح سویرے انگڑائیاں آنی لگتی ہیں۔ حرکت پیدا ہوتی ہے۔ چُستی کا دَور دورہ ہوتا ہے۔

(iii)۔ نتیجہ کے طور پر کر تازگی پیدا ہوتی ہے اور معاشی زندگی کا ایک اور دن طلوع ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا۔

مصروفیت کی وجہ سے تکان و تعطل پیدا ہو گیا تھا۔	رات کے سکون کے بعد آنکھ کھلی، انگڑائی آئی۔ چُستی کا دَور دورہ شروع ہوا۔	شب کی نیند نے مردہ جسم میں نئی روح پھونکی۔ نئے دن کے ساتھ نئی معاشی زندگی کا آغاز ہوا۔	

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۠

شکلِ چہارم

(i)۔ آسمان پر آسمان بنائے گئے۔ سائنس نے بھی اِن افلاک کی کچھ کچھ حقیقت معلوم کر لی ہے۔ فلکیات کا یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔

(ii) انسانی دماغ چکرایا جاتا ہے۔ تھوڑے بہت معلومات حاصل ہوئے اور جدید مسائل کا انبار لگ جاتا ہے۔

(iii) اس ہراسانی میں ایک روشن ترین حقیقت نمایاں ہوتی

ہے۔ ہر فلکی نظام کا ایک مقامی مرکز ظاہر ہوتا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ:-

فلکیات کے مختلف	اسی مایوسی کے عالم	فلکی طبقات روشنی
شعبہ جات کی کثرت	میں ایک ذہنی جھٹکا	میں آنے لگے بسلسلہ
وغیرہ سے دماغ	ہوا اور ایک انکشافی	اور تعلق کے جدید مظاہر
مبہوت ہو گیا تھا	حالت رونما ہوئی	اور ایک جدید تر
		نظام ظاہر ہونے لگا۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۙ

شکل پنجم

(i)۔ آفتاب کی تپش، ندیوں نالوں کی خشکی، زمین کو جھلسائے ہوئے تھی، قوت بسری کا سامان مفقود ہو رہا تھا۔ زندگی دوبھر ہونے لگی تھی۔

(ii)۔ پھر موسم باراں آیا۔ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ کالی بدلیاں بھیانک منظر پیش کرنے لگیں، ساتھ ہی گرج کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی کوند شروع ہوئی اور زمین پر پانی کے ریلے بہنے لگے۔ معلوم ہوتا تھا کہ زمین کٹ کر بہہ جائیگی۔

(iii)۔ نتیجہ کے طور پر سبزہ، باغ اور میوے ہر طرف رونما ہو گئے۔ گل کی مہک اور بلبل کی راگنی شروع ہوئی، اناج کی پیداوار ہوئی، اور انسانی قوت بسری کا سامان مہیا ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہوا:-

کالے کالے بادلوں نے	پھر گرج کی کڑاکا اور بجلی	ساتھ ہی بارش ہوئی زمین

آسمان کی شکل اور زمین کی چمک سے دل ہلا دینوالی سبزہ زار ہوگئی۔ اناج
کوہسُت کو ڈراؤنا کردیا آوازیں پیدا ہوئیں اور میوے انسانی زندگی
تھا۔ کے سرچشمے بن گئے اور
زندگی کا نیا سامان مہیا ہوگیا

۱) یہ سب واضح نشانیاں اس امر کی ہیں کہ جو کیفیت بظاہر ساکت و مردہ معلوم ہوتی ہے، اس کا سلسلہ کسی نہ کسی درمیانی ارتقائی دَور سے گذرتا ہوا ایک نئی حیات کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ گو انسان مرتا ہے لیکن وہ مذکورہ بالا صورتوں کے مماثل ایک درمیانی دَور سے گذر کر آخر میں حیات کر رہا ہے۔

۲) غور طلب امر یہ ہے کہ جس اعلیٰ ترین قوت نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور مارا کیا اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ پھر معدوم کو موجود کرے؟ ایسے معمولی مسئلہ کی نسبت، بحث اور تکرار سے انسانی دماغ کے دیوالیہ ہو جانے کے ثبوت کے سوا اور کیا تصور قائم کیا جا سکتا ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ○ لہٰذا آخرت برحق ہے
اس کی نشانیاں صاف طور پر بتلائی گئی ہیں:۔

دنیا اور آخرت کی مماثل صورتیں

	متذکرہ بالا اشکال یہ تھے	یوم آخرت کی مماثل صورتیں یہ ہیں:۔
يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ○	۱) زلزلہ یا گرج کی آواز	۱) صور کی آواز
وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ	۲) ہیجان اور گرمی کا زور و شور	۲) تلاطم کا زور
أَبْوَابًا ○ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ	(۳) انگڑائی اور بیداری	۳) قبروں سے بیداری
فَكَانَتْ سَرَابًا ○	(۴) ذہنی جھٹکا۔	۴) آسمانی کھڑکوں کا ہٹایا جانا
	(۵) بارش اور سبزہ اور اناج اور باغ	۵) جنّت کے دروازوں کا کھلنا اور بہتی ہوئی نہریں

ریت والی اور مدامی
سرسبزوشاداب باغ
اورمیوے۔

آخرت کے دو علاقے:

تقریب آخرت کے دو دائرہ اثر ہوں گے
۱) احکامِ خداوندی کی عدم تعمیل اور کفر کے مواخذہ کا ایک جانب سزائی مظاہرہ: دوزخ
۲) احکامِ خداوندی کی تعمیل اور نیکوکاری کے ثواب کا دوسری جانب جزائی مظاہرہ: جنّت

نوعیت سزا

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝

نوعیت دوزخ یا سزا:
۱) عمومی طور پر یہ ایک کمین گاہ یا گھات ہے
۲) خداوندی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کا خصوصی دوامی ٹھکانا ہے۔
۳) جو غافل رہا وہ اس کی مار میں آیا

کیفیتِ سزا

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝

کیفیت دوزخ یا سزا:
۱) یہ مقام ہے ایسے عذاب جسمانی اور دماغی کا جو قرنوں جاری رہے گا۔
۲) یہاں ٹھنڈک اور سکون (قلب) کا پیالہ خالی رہیگا۔ بجائے اسکے گناہ وسرکشی کے عواقب کا اُبلتا ہوا پانی اور اعمال ممنوعہ کی گندگی موجود ہوگی۔
۳) انتہائی سردی یا انتہائی گرمی کا تباہ کن اثر ہوگا۔ افراط

اور تفریط کے نتائج پیش ہوں گے ۔ اعتدال یا توازن
سے محرومی ہو گی ۔
نافرمانی کا یہ مزہ چکھیں گے پورا پورا
دوزخ یا سزا کے مستوجب وہ ہوں گے :

سزا کے مستوجب جَزَآءً وِّفَاقًا ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ
حِسَابًا ۙ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
كِذَّابًا ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ
اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ فَذُوْقُوْا
فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ؏

۱) جو محاسبہ سے لا پرواتھے
۲) جنھوں نے بھلائی کے راستہ اور سچائی کی نشانیوں سے استفادہ نہیں کیا تھا
۳) جنھوں نے جملہ فرائضِ تخلیق اور احکام قدرت سے آنکھ بند کر لی تھی

نوعیت جزا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ

نوعیت جنت یا جزا :
۱) عمومی طور پر یہ مقام سچائی اور حصول مراد کا ہے ۔
۲) احکامِ خداوندی کی تعمیل کرنے والوں کے لئے انعامات کا خصوصی خزانہ ہے
۳) جو ڈرا اور متقی بنا وہ فیضیاب ہوا

کیفیت جزا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ
وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ
وَّكَاْسًا دِهَاقًا ؕ
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
وَّلَا كِذّٰبًا ۚ

کیفیت جنت یا جزا :
۱) یہ مقام ہے باغوں کا جو ہر طرح آراستہ ہونگے ۔
۲) یہاں مُہیا رہیں گے پیالے چھلکتے ہوئے ، انگوری شربت سے لبریز
ٹھنڈک اور سکون کا دوامی سامان ہو گا ۔
۳) ساقی ہوں گے نوجواں اور برابر عمر والے ۔ ہر امر میں

اعتدال اور توازن ملحوظ رکھیں گے۔ لغویات یا
جھوٹ کا یہاں شائبہ نہ ہوگا۔

مستحق جزا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ

جنت یا جزا کے مستحق وہ ہوں گے؛
۱) جنھیں عطا ہوگا رب کی جانب سے حساب جزا اور
انعام کا
۲) جو تابع ہوں گے ان سب احکام کے جو رب کی جانب
سے صادر ہوئے ہوں اور ان سب معاملات میں جو
اس کے زمین اور آسمانوں اور ان کے درمیان
کے جملہ حوادث و ممکنات سے متعلق ہوں
۳) جو ہمہ تن مصروف عبادت و شکر گذاری ہوں
اتّقا کا یہ بدلہ پائیں گے پورا پورا؛

آخری فہمائش يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا

آخرت کے دن سب کے سب حاضر ہونگے ذی روح؛ اور فرشتے بھی
۱) بولیگا وہی جس کو مالك یوم الدّین اپنی رحمانیت
سے اجازت دے۔
۲) بولے گا ایسی ہی بات جو راستی پر مبنی ہو۔
ان سب حقائق کے معلوم کرنے کے بعد اور آخرت کے
برحق جاننے کے بعد،
انسان کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو
۱) رجوع ہو اپنے رب کی طرف اور آخرت کے
مضمرات کو پیش نظر رکھ کر اپنی زندگی کو سنوارے
۲) رجوع نہ ہو اپنے رب کی طرف اور مستقبل آخرت میں

قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ ع

چیخے چلائے کہ کاش میں انسان کے بجائے مٹی ہی بنا رہتا۔ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا ہے۔

درسِ عمل انسانی زندگی ایک سمندری کیفیت رکھتی ہے۔ وہ موجوں کا ایک مجموعہ ہے جو عرصۂ زمانی و مکانی میں ہمیشہ متحرک ہے۔ ان امواج کی رفتار میں بلندی بھی ہے اور پستی بھی، عروج بھی ہے اور زوال بھی۔ اور اسی بلندی اور پستی میں مضمر ہے زمانہ کی گفتار بھی۔

موج جب نشیبی حالت میں ہوتی ہے تو وہاں دنیاوی زندگی کے ماثل اندھیرا چھایا رہتا ہے اور جب موج اوپر آتی ہے اور اپنی پوری طاقت سے بلندیوں کی چوٹی پر پہنچتی ہے تو برقی چمک اور عظیم تر روشنی کا پھیلاؤ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جہاں انسان نے غرور وتکبر کیا، عیش وعشرت میں مبتلا ہوا، اور احکامِ قرآنی سے غفلت برتی تو پھر موج کے مانند اوندھے سر نیچے گرتا ہے اور عروج کا مکرر حصول اسی وقت ممکن ہوجاتا ہے جب سعی پیہم ہو، اور جہالت کی تاریکی منہیات کی مشغولی سے تائب ہوکر مراتب اعلیٰ کے لئے بلندیوں پر چڑھنے کی فکر کی جائے۔

سکون کا زمانہ، خدشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ نیند اور غفلت کا زمانہ ہوتا ہے۔ ماضی کی فراموشی، مستقبل سے بے حسی اور حال کے تعیش کا زمانہ ہوتا ہے۔ مسلمان اسی دور سے چند سال سے گذرتے آئے ہیں۔ یہ تھا پہلا مرحلہ۔

اب ہر جگہ مسلمانوں کے لئے ایک کشمکش کا عالم ہے۔ الجیریا، مراقش سے لیکر مصر اور فلسطین سے گذرتے ہوئے، پاکستان اور حیدرآباد تک ایک عالمگیر اسلامی بےچینی پھیل گئی ہے، ہر جگہ مسلمانوں پر مظالم ٹوٹ رہے ہیں۔ مختلف اقوام نے اپنی خونی داستان آغاز کردی ہے۔ لیکن یہی مظالم اور یہی خونی داستان اُن کے لئے ایک جھنجوڑ ہے۔ یہی وہ زلزلہ ہے جس سے مسلمانوں کو جھٹکا حاصل اور دوسرے مرحلہ کا اظہار ہو رہا ہے

اب جب عالمِ غفلت سے چھٹکارا حاصل اور عالمِ حرکت و بیداری کا وجود عمل میں آ رہا ہے تو یہی ہماری حیاتِ نو کی تفسیر ہوگی اور اسلام کے عظمت و جلال کی ازسرِ نو نشانی بنے گی۔

موت کے مدارج کچھ طے ہوئے ہیں۔ نوبت یہ ہے کہ صور کی پھونک کانوں میں گونج رہی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب حیاتِ مکرر کی تعبیر زیادہ واضح اور "نباء" کی تحقیق زیادہ مکمل ہو۔

شرط صرف یہ ہے کہ عقیدہ پختہ، ارادہ مضبوط اور سعی پیہم ہو۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝

قسم ہے نازعات (بدن کے فرشتوں) کی جو درگوں میں ڈوب کر سختی سے (گنہگاروں کی جان) کھینچتے ہیں

۲ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝

اور ناشطات (نیکوں کے فرشتوں) کی جو سہولت سے (ایمان والوں کی جان کی) بند کھولتے ہیں

۳ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝

اور سابحات (تسبیح کرنیوالے فرشتے) کی جو (مانند تسبیح کے) پھیلتے پھرتے چلے جاتے ہیں

۴ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝

پھر سابقات (سبقت کرنیوالے) کی جو (تیزی سے) سبقت کرتے جاتے ہیں

۵ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

پھر مدبرات (تدبیر کرنے والے) کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں

۶ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝

جس دن لرزیگی سخت لرزنے والی (زمین)

۷ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝

جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی

۸ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝

دل اوس دن دھڑک رہے ہوں گے۔

۹ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

آنکھیں نیچی ہوں گی

۱۰ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝

کہتے ہیں "کیا ہم واپس کئے جائیں گے پہلی حالت میں؟

۱۱ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝

کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے؟

۱۲ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝

کہا انہوں نے" پھر تو اس صورت میں واپس ہونا خسارہ ہوگا!

۱۳ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ

تو وہ بس ایک ہی سخت (وہیبت ناک) ڈانٹ ہوگی

۱۴ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

جس سے فوراً ہی میدان (حشر) میں آموجود ہوں گے

۱۵ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝

کیا آپ کو موسیٰؑ کا قصہ معلوم ہے؟

۱۶ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

جبکہ ان کے رب نے پاک میدان طوی میں پکارا

۱۷ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

کہ "تم فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے بڑی سرکشی کی ہے

۱۸	فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝	اور کہو اُس سے: "کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے۔
۱۹	وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝	اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تاکہ تو ڈرنے لگے؟"
۲۰	فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝	پھر اس کو (موسیٰؑ نے) بڑی نشانی دکھلائی۔
۲۱	فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝	تو اُس نے جھٹلایا اور نہ مانا
۲۲	ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝	پھر پیٹھ پھیر کر (خدا کے خلاف) سعی کرنے لگا
۲۳	فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝	پھر جمع کیا (اپنے لوگوں کو) اور ندا دی
۲۴	فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝	اور کہا "میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں!"
۲۵	فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝	پس خدا نے اسکو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا
۲۶	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝	بیشک اس میں عبرت ہے ڈرنے والے کے لئے۔
۲۷	ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝	کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا؟ بنایا ہے خدا نے اسکو
۲۸	رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝	اسکی چھت کو بلند کیا اور اسکو سنوارا
۲۹	وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝	اور اسکی رات کو تاریک کیا اور اس سے روشنی برآمد کی
۳۰	وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝	اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا
۳۱	اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝	اور نکالا ہے اس سے اس کا پانی اور چارہ
۳۲	وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝	اور پہاڑوں کو قائم کیا
۳۳	مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝	تمہارے اور تمہارے مویشی کے مفاد کے لئے
۳۴	فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝	سو جب وہ بڑا حادثہ پیش آئے گا
۳۵	يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝	جس دن کہ انسان اپنے اعمال یاد کرے گا
۳۶	وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝	اور دوزخ ظاہر کی جائیگی کہ دیکھیں (سب)
۳۷	فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝	پھر جس نے سرکشی کی ہوگی
۳۸	وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝	اور دنیوی زندگی کے زیر اثر رہا ہوگا

٣٩ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى — سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے ۔

٤٠ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى — اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو ہوا و ہوس سے روکا ہوگا ۔

٤١ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى — سو جنت اس کا ٹھکانہ ہے

٤٢ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا — لوگ آپ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا؟

٤٣ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا — اس کے تذکرہ سے آپ کا کیا تعلق؟

٤٤ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا — اس کا دار و مدار آپ کے رب پر ہے ۔

٤٥ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشٰهَا — آپ تو صرف اس کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو

٤٦ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ع — جس روز یہ اسکو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک شام (گذری) یا اس کے بعد کی صبح تک (کا وقت) گذرا ہے ۔

خلاصہ انسانی زندگی دو راہوں سے گذرتی ہے ۔ ایک راستہ دنیاوی مشاغل کا ہے اور دوسرا دینی اعمال کا ۔

۱) دنیاوی مشاغل میں انسان مادہ کے اجزا اور اشکال کے مختلف حالات و کیفیات دریافت کرتا ہے ۔

خدا کے دئے ہوئے دماغ سے کام لیتا ہے اور بہتر سے بہتر تجاویز سوچتا ہے اور ترقی کے حیرتناک مدارج طے کرتا ہے ۔

یہ اسلامی حیات کا لازمہ ہے ۔ اور مسلمانوں کو ان شعبۂ جات میں اسی طرز فکر و تجسس سے کام لینا چاہئے جیسا کہ مقتضائے وقت ہو ۔

۲) ایک اور فریضہ جو مسلمانوں پر عائد ہے وہ یہ ہے کہ دینی اعمال کی کماحقہ پابندی کی جائے محنت و ریاضت کے جو مدارج ہیں ان کے حصول کی جان توڑ کوشش کیجائے تاکہ ممکنہ فکر و نظر، توجہ و مراقبہ سے ان حیرتناک قوتوں سے فیضیاب ہو سکے

جو روح کے ارتقا کی باعث ہوں۔

اگر مسلمان ان دو راہوں سے آشنا ہو جائیں۔ اور جسم و روح ہر دو کے مطالبات کی تکمیل حتی الوسع کریں تو نہ کسی مادہ پرست قوم کی قوت کا خوف طاری رہے گا نہ کسی روحانی لذت و مسرّت کی تمنا باقی رہ جائے گی۔

اعمال دنیاوی و دینی اپنا اپنا اثر دکھلائیں گے، یہ ہم ہی پر موقوف ہے کہ ہمارے افراط و تفریط کی وجہ سے یہ اثر جزائی جنت کی تسکین کی باعث بنے یا سزائی دوزخ کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

تمہید انسانی زندگی ایک متحرک کیفیت ہے اس دنیاوی مرحلہ سے آخرت کے مرحلہ تک انسان کو کئی ادوار سے گذرنا پڑتا ہے۔ ہر مرحلہ کی جداگانہ نوعیت ہے لیکن سب مراحل ایک ہی سلسلہ کی متفرع مگر مسلسل کڑیاں ہیں۔ دنیاوی کیفیات کو تسلیم کرنا اور آخرت کی حقیقت سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے آغاز کار کو دیکھتے ہوئے، انجام کار سے مُنہ موڑ لینا۔ آنکھ بند کر لینے سے حقیقت نہیں بدلتی فرعونی طریقہ اختیار کرنے سے مواخذہ لازم آتا ہے۔ زیست کی رفتار، انسان کو مُعیّنہ وقت پر اس کے آخرت کے گوشہ پر پہنچا دے گی۔ اس سے مفر نہیں ہے۔ بھلائی تو اسی میں ہے کہ آخری نتیجہ کو پیش نظر رکھ کر روش ایسی اختیار کی جائے جس سے ارتقا کے مدارج سہولت سے طے ہوں اور فلاح و بہبود کے مراتب بفضل ایزدی حاصل ہوں۔

انسانی زندگی کی حقیقت اور اسکے امثال۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ پانچ مختلف شہادتیں پیش ہیں۔ ان شہادتوں کی تفہیم سے دینی اور دنیاوی ہر دو پہلوؤں کی تفہیم ہوتی ہے۔

۱) جان سختی سے نکالی جاتی ہے:

انسانی دنیاوی ارتقا کے مدارج	انسانی دینی ارتقا کے مدارج

۱) ولادت کے وقت دردِ زہ کی سختی اور جسمانی تکلیف کے بعد ایک نئی ہستی وجود میں آتی ہے۔

۱) ایمان کا حال انسان ابتداءً دنیاوی لذات و خواہشات نفسانی کی وجہ سے سخت کشاکشی میں مبتلا رہتا ہے۔

وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ ۲) بند سہولت سے کھولے جاتے ہیں

۲) جب تولد کا وقت پہنچ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب بندہائے مادری نہایت سہولت سے کھولدئے گئے اور تولید کا عمل آسان کردیا جاتا ہے۔

۲) جب ابتدائی سعی کامیاب رہی اور نفس پر کچھ قابو پالیا گیا تو دنیاوی جکڑبندیوں سے بآسانی رہائی حاصل ہوجاتی ہے

وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ ۳) سبک رفتاری سے پھسلتے جاتے ہیں

۳) جب بچہ بڑھتا ہے اور جوانی کا عالم شروع ہوتا ہے تو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس قعرِ زندگی کے سال سبک رفتاری سے گویا پھسلتے ہیں دنیاوی آلام ومصائب کا تجربہ اس دور میں کم ہوتا ہے

۳) پھر حصول مراد میں آسانیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ تقویٰ اور ریاضت بڑھ جاتی ہے اور ترقی کے مدارج خود بخود سامنے آتے جاتے ہیں راستہ صاف دکھائی دیتا ہے رکاوٹیں بہت کم باقی

زندگی بہار کی کیفیت رکھتی ہے

رہتی ہیں رفتار تیز تر ہو جاتی ہے۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ

۴) تیزی سے آگے دوڑتے ہیں۔

۴) اس دور میں انسان کی زندگی اپنے عروجی زمانہ سے گذرتی ہے۔ بیوی بچے بھی ہیں رسوم وتقاریب بھی ہیں۔ کمائی کے بہترین ایام بھی ہیں جسمانی طاقت بھی ہے اور تمدنی یگانگت اور معاشرہ کا لطف بھی گویا انسان اپنی انتہائی منازل کو حاصل کرلیتا ہے۔

۴) جب یہ نوبت پہنچی تو ہمعصر اُن پر سبقت لیجاتے ہیں اور آگے بڑھنے کی سوجھتی ہے عبادت زیادہ خالص عمل زیادہ صالح ہو جاتے ہیں اور صف اول میں جگہ پانے کے لئے مسابقت شروع ہو جاتی ہے۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ

۵) پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔

۵) آخرکار بڑھاپے کے دن اور زندگی کا تجربہ انسان کو تدبیر کا مالک بنا دیتا ہے، اس کی چشم بینا دنیا کے بعد کے کوائف سے متنبہ

۵) آخرکار خدا کا یہ مقبول بندہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے موجب تدبیر ہو جاتا ہے، اور اس کو درجاتِ کاملہ فیضانِ الٰہی کی بدولت حاصل ہو جاتے ہیں

کرکے اس کو آخرت کے
لئے آمادہ و تیار کرتی
ہے اور وہ اس کی
فکر میں مستغرق ہوجاتا ہے،

دعوتِ حق اور ایک مثال | هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ | ایک زمانہ تھا جب مصری تمدن عروج پر تھا اور مصر کی شہنشاہیت اس وقت کی دنیا پر مسلط تھی۔ فرعونِ مصر، قوت اور مرتبہ شان و شوکت اور جاہ و جلال کے اعتبار سے منتہا ئے عروج پر تھا۔ دنیاوی اعزاز نے فرعون کے دل و دماغ پر اتنا اثر کیا تھا کہ وہ خدائے رب العزت کا منکر ہو گیا تھا۔

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ — رب العزت نے اپنے پیغمبر وقت حضرت موسیٰؑ کو طویٰ کے مقدس وادی میں طلب فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فرعون نے

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ — بہت سر اٹھایا ہے اور بہت فساد مچا رکھا ہے

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ — اس سے پوچھا جائے کہ کیا تو چاہتا ہے تیری اصلاح اور پاکی ہو اور تیرے رب کی طرف رہنمائی کیجائے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم رب کی تعمیل کی اور اپنے پیامبر ہونے کی تائید میں

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۖ — فرعون کو ایک بڑی نشانی بھی دکھلائی۔ لیکن فرعون کا دماغی توازن بگڑ گیا تھا۔ اس نے

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۖ — ۱) رب کے پیغمبر کو جھٹلا دیا اور کہا نہ مانا

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۡ — ۲) یہی نہیں بلکہ حق سے روگرداں ہو کر حقیقت کے خلاف

اپنی مہم شروع کی۔

فَحَشَرَ فَنَادٰی ؁ چنانچہ جب

۱) ربّ العزت نے پیغمبرکو طلب فرمایا تو اس نے اپنی رعایا اور جادوگروں کو طلب کیا

فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ؁ ۲) حضرت موسیٰؑ نے معبودِ حقیقی کے پرستش کی دعوت دی تو اس نے اپنی ربوبیت کا اعلان کر دیا۔

فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ؑ نتیجہ کیا ہوا؟ محتاج بیان نہیں ہے۔ خدائے قدیر نے اس اس مغرور شہنشاہ کو ایسی سزا دی کہ دنیا میں اور آخرت میں ہر شخص عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

انسان کی بےبسی اور اس کا نظارہ

انسان اس دنیا کا ایک ذرہ ہے اسکے مادی کارنامے دنیا کے چند ذرات کے توڑ مروڑ تک محدود ہیں۔ نہ وہ خود کو پیدا کر سکتا ہے نہ موت سے خود کو چھٹکارا دلا سکتا۔ بچے اپنے کھلونے توڑتے پھوڑتے ہیں۔ ان کے اشکال بدلتے ہیں اور اسی کھیل میں غلطاں رہ کر خوشیاں مناتے ہیں اور گردن اکڑاتے ہیں۔

انسان خود بچہ بھی ہے اور کھلونا بھی جس زمین پر وہ اکڑتا پھرتا ہے اسی طرح کے بیسیوں کائنات اور ہزارہا افلاک کے پیدا کرنے والے کے سامنے اس کا توڑ جوڑ مضحکہ خیز سا کھلونا ہی۔

وَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰہَا ؑ رَفَعَ سَمْکَہَا فَسَوّٰىہَا وَاَغْطَشَ لَیْلَہَا آسمان اور زمین کو بنانے والا، ہر شئے کی تنظیم کرنے والا، ہر امر کا ترتیب دینے والا، روشنی کو تاریکی سے اور تاریکی کو روشنی سے بدلنے والا، زمین کو وسعت پر وسعت

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝	دینے والا، بظاہر بے حس چیزوں سے بہتا پانی اور زندگی
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ	کا سامان پیدا کرنے والا، انسان اور انسان جیسے کروڑہا
دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا	جانداروں کو وجود میں لانے والا، وہی ایک وجود ہے
مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝	جس کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے۔
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝	ایسی ہستی کے احکام سے انحراف کرنا، یا غفلت برتنا ایسے
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝	فرعونی عمل کا مرتکب ہونا ہے جسکی سزا لازمات سے ہوگی۔
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ	انسان ہمیشہ بے بس ہے لیکن اسکی بے بسی کی تفصیل اسکے سامنے
الْكُبْرٰى ۝	اسوقت موجود ہوجائیگی جب ایک ہنگامہ خیز دن آئیگا۔
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى	اس روز آخرت میں
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى	۱) انسان کے سامنے اسکے تمام اعمال آشکار ہوجائنگے
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ	۲) " " " " کے عواقب و نتائج
الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ	اور اُن کے مادی اشکال و ثمرات بصورت دوزخ
هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ	یا سزا اور جنت یا جزا بھی واضح ہوجائینگے۔
مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ	
الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ	
هِيَ الْمَاْوٰى ۝	

قیامت کی نسبت	يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ	قیامت کی نسبت لوگ آنحضرت صلعم سے دریافت کرتے
سوال اور اس	اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝	تھے کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔
کا جواب۔	فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝	اس کی نسبت ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔
	اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ	۱) اسکی وضاحت سے رسول صلعم کا کوئی تعلق نہیں
	اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا	۲) رسول صلعم کا فریضہ صرف خبردار کردینا اور تنبیہ کردینا ہے

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۝

۳) مندرجات ۱) اور ۲) حدودِ عبدیت کے ہیں۔

۴) قیامت کا دار و مدار معبود پر ہے۔

۵) خیر۔ اس پر بھی جواب مطلوب ہو تو سن لیا جائے کہ

"جس دن لوگ قیامت کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا

کہ گویا صرف ایک شام یا صبح گذری ہے۔"

لہذا معلوم ہوا کہ قیامت کے لئے صرف ایک صبح یا صرف ایک شام باقی ہے۔

بالفاظ دیگر

۱) جب فضل الہٰی ہو جائے اور قلوب نور الہٰی سے روشن و منور ہو لیں تو قیامت قریب ہو چکی ہوگی۔

۲) جب تاریکی دور ہو اور غفلت کا پردہ اُٹھ جائے تو قیامت قریب ہو چکی ہوگی۔

۳) واقعہ یہ ہے کہ ہماری صبح اور شام قیامت ہو سکتے ہیں ہماری دماغی اصلاح، ہمارے نیک و بد حرکات کا جزر و مد قیامت ہو سکتا ہے۔ ہمارے نیتوں اور اعمال کا ہر نشیب و فراز قیامت ہو سکتا ہے، ہماری آنکھ کا کھلنا اور اسکا بند ہونا قیامت ہو سکتا ہے ہماری پیدائش قیامت ہو سکتی ہے، ہماری موت قیامت ہو سکتی ہے ہمارے وجود کا ہر مرحلہ قیامت ہو سکتا ہے۔

۴) اس نزاکت کو اگر سمجھ لیا جائے اور اسکا سمجھنا آسان نہیں ہے تو پھر ہر جنبش نظر سر در قیامت ہے۔

درسِ عمل: مسلمانوں کی زندگی کے دو مصروفیتیں ہونی چاہیں:-

۱) دنیاوی تحقیق، مادّی تجسس اور سائنسی ترقی: ان شعبوں میں مسلمانوں کو کسی اور سے پیچھے نہ رہنا چاہیئے۔ ان کا فریضہ ہے کہ مادی دنیا کے ہر اچھے پہلو سے متمتع ہوں اور اس استفادہ میں کسی اور گروہ کے پیچھے نہ رہیں؛

بہتر آلات کی ساخت، بہتر مصنوعات کی پیداوار بہتر حرفت کی نمائش وغیرہ اسلام کا مادی لوازمہ ہے۔

۲) دینی تحقیق، دماغی تفکر اور روحانی ترقی: اس خصوص میں مسلمانوں کو وہ امتیاز حاصل ہے جو دوسرے مذاہب کو نصیب نہیں۔ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ روحانی زندگی کے ہر شعبہ سے فیضیاب ہوں اور اس میدان میں ان کے کارنامے اُن کے مذہب کی شایانِ شان ہونے کے علاوہ ان کی دوامی فلاح و مسرّت کے موجب بنیں:

۳) انسان کو دنیوی آرام و آسائش عیش و نشاط اور اسباب معیشت و اختیارات مجازی ہونے پر کبھی ان پر اترانا یا غرور و تکبر میں فرعون کی طرح باغی و طاغی ہو کر اپنے خالق اور نعمتوں کو عطا فرمانے والے کو فراموش نہ کرنا چاہیئے جو ایک پل بھر میں اپنی قدرت کاملہ و قاہرہ سے عروج سے زوال اور وجود سے عدم عزیز سے ذلیل بلند سے پست اور ہست سے نیست میں مبدل فرما سکتا ہے۔ جو شخص دنیوی اسباب و وسائل کے گھمنڈ سے مغرور ہو کر ان وسائل و اسباب پر تکیہ و اعتماد کریگا اس کا حشر فرعون کی طرح عبرتناک ہوگا اور ایک چھوٹا سا سبب حضرت موسیٰؑ کی طرح اس کا پیام فنا لانے والا ثابت ہوگا۔

سورۃ عبس مکیۃ وھی اثنتان واربعون آیۃ وفیہا رکوع احد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۙ	چیں بجبیں ہوئے اور بے رُخی کی
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؕ	اس بات سے کہ اُن کے پاس اندھا آیا۔
وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی ۙ	آپ کو کیا خبر شاید کہ وہ پاک ہو جاتا
اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ؕ	یا نصیحت قبول کرتا اور نصیحت اُس کو فائدہ پہنچاتی۔
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۙ	جو پروا نہیں کرتا
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ؕ	آپ اس کی تو فکر میں ہیں
وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ؕ	گو آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ درست و پاک نہ ہو۔
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۙ	اور جو آپ کے پاس سعی کرکے آتا ہے۔
وَهُوَ یَخْشٰی ۙ	اور وہ ڈرتا ہے
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۚ	تو آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں
كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ	ہرگز نہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے۔
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ	سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے
فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ	ایسے صحیفوں میں ہے جو قابلِ ادب ہیں
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۙ	بلند مرتبہ، مقدس ہیں
بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ	ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں
كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ	جو معزز اور نیک ہیں
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ	غارت ہو آدمی کیسا ناشکرا (انکاری) ہے
مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ؕ	کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝	نطفہ سے بنایا اس کو پھر اس کو ترتیب دیا۔
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝	پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا۔
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝	پھر اس کو موت دی اور قبر میں رکھوا دیا۔
ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝	پھر جب وہ چاہے گا اُسے اُٹھائیگا۔
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝	ہرگز نہیں۔ جو اسکو حکم دیا گیا اسے اس نے پورا نہیں کیا۔
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۝	پھر آدمی اپنی غذا پر نظر کرے۔
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝	کہ ہم نے پانی بوچھاڑ کے ساتھ برسایا۔
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝	پھر زمین کو شگاف دار پھاڑا
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝	پھر اس میں سے غلہ اُگایا۔
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝	اور انگور اور سبزی (سیب وغیرہ)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝	اور زیتوں اور کھجور
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝	اور گھنے باغ
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝	اور میوہ اور گھاس
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝	تمہارے اور تمہارے مویشی کے مفاد کے لئے۔
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝	پھر جس وقت وہ کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور ہوگا۔
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝	جس روز بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝	اپنی ماں اور اپنے باپ سے
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝	اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝	ہر شخص خود ایسی حالت میں ہوگا کہ وہ اور طرف متوجہ نہ ہوسکیگا۔
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝	بعض چہرے اُس (دن) روشن ہوں گے۔
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝	خنداں اور شاداں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ اور بعض چہروں پر اس دن گرد و غبار رہے گا

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ یہ وہی ہوں گے جو کافر و بدکار ہیں۔ ع ۵

خلاصہ دنیا کا وہ شخص جو عرف عام میں نابینا ہو، صداقت و تجسّس کے اعتبار سے بینا کہلایا جا سکتا ہے۔ بعض ظاہری حوادث کی بنا پر کسی کی اچھائی/برائی کی رائے قائم نہیں کی جانی چاہیے۔

عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے۔ مادی اور جسمانی اعتبار سے حقیر اور ناقابل اعتنا فرد نظر آتے تھے۔ لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ گو انسان خود بظاہر ایک حقیر قطرۂ آب سے وجود میں آیا ہے مگر اس کی زندگی کی نہر، کسی نظر نہ آنے والے سرچشمہ سے جاری و ساری ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہے جس کے دیکھنے سے ہم قاصر ہیں اور اس حقیقت کے تحت ساری خلائق نابینا کہلائے جانے کے قابل ہے۔

یہ قوت، عظیم ترین وقار و جلال کی مالک ہے۔ ایسی قوت سے جو بھی رو جاری ہوگی بڑی یا چھوٹی، اسی سرچشمہ سے سیراب ہوگی۔ اگر اس پانی کی تابنائی کو انسان نے اپنے نیک اعمال سے برقرار رکھا اور ہمیں اپنی بدافعالی سے گندگی پیدا ہونے نہ دیا، تو وہ خود ایک چمکتی دمکتی زندگی کا حامل ہو جائے گا اور حیاتِ صحیحہ کا نمونہ۔

تمہید دربارِ رسالت گرم تھا۔ کفارِ قریش کے چند قائدین حاضرِ خدمت تھے۔ کلامِ ربانی اور احکامِ خداوندی کی تفہیم فرمائی جا رہی تھی۔ گفتگو اپنی گہرائیوں میں تھی۔ توقعات تھیں کہ گمراہ قلوب پر پاک اثرات مترتب ہوں گے۔ اس موقع پر ایک نابینا عبد اللہ ابن مکتوم جو غربت کا شکار بھی تھے درمیان میں بول اُٹھے۔ وہ اپنے چند مسائل اور دیگر امور کی نسبت صراحت چاہتے تھے۔ اُن کو محل اور موقع کا دھیان نہ تھا انتظار بھی نہ کر سکے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس غریب نابینا نے بھی صورت حال کو

محسوس کیا۔ لیکن ساتھ ہی رسولِ کریم کے رحم کا دریا جوش میں آیا۔ وحی کا نزول فوراً ہوا۔ وحی کا منشا، اس سورۃ مبارکہ کے آیات سے ظاہر ہے۔ وحی کا انکشاف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرما دیا۔ آپ کو کسی قسم کا پس وپیش نہ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد اس نابینا نے قلب رسالت میں گہرا اثر کر لیا۔ رسولؐ اللہ کا رسول بھی ہے اور خدا کا بندہ بھی

اولاً وہ جو جسمانی اعتبار سے مضبوط اور معاشی اعتبار سے متمول اور جاہ وحشم کے حال میں

طالب علم اور طالب ہدایت دوقسم کے لوگ ہوتے ہیں

ثانیاً وہ 〃 〃 〃 کمزور اور معذور اور معاشی اعتبار سے مفلوک الحال اور غربت کے شکار ہیں

سوال یہ ہے کہ

تعلیم وتفہیم کے وقت توجہ کس کی جانب زیادہ ہونی چاہیے؟

قسم اول کے افراد اگر ایمان لائیں تو ان کے اثرات وسیع اور دین کی اشاعت کے زیادہ مواقع پیدا ہونگے۔

قسم دوم 〃 〃 〃 〃 انفرادی 〃 〃 〃 〃 شاذ ہونگے۔

صورت حال یہ تھی کہ قسم دوم کا شخص حقیر اور اندھا ایسے موقع پر گفتگو کے درمیان دخل انداز ہوتا ہے جبکہ قسم اول کے افراد کی مجموعی طور پر تعلیم وتفہیم ہو رہی ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۙ

انسانی فطرت ایسے خلل کو موقتی طور پر ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ لیکن عالم الغیب کو یہ منظور نہیں ہے۔

ارشادِ خداوندی وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ

ارشادِ خداوندی یہ ہے کہ رسول بھی تو انسان ہی ہے اور انسان کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ کس قسم کے افراد تعلیم سے حقیقی طور پر متمتع ہوں گے اور ایمان لائیں گے۔

اغلب یہ ہے کہ چونکہ اول قسم کے لوگ اپنے مرتبے اور دولت کا زعم لے کر آئے تھے اُن کی اصلاح کا یقین کم تھا۔

اور قسم دوم کا شخص اپنے غریب دل میں حقیقی جستجو کا جذبہ

لیکر آیا تھا اس کی اصلاح کا یقین زیادہ تھا۔
لہذا قسم اوّل کے افراد کے مقابلہ میں قسم دوم کے شخص کے ساتھ
بے توجہی مناسب نہیں ہے۔ گفتگو کا مقصد تعلیم تھا۔ لہذا جو
بھی رجوع ہو اُسے فیضیاب کرنا چاہئے۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ | تعلیم پانے والا انسان ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ:۔ | تعلیم دینے والا قرآن ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ:۔

۱) اس کا وجود ایک قطرۂ آب کا رہین منت ہے۔ (اغاز ۱) اِسکا وجود قابلِ احترام ہے۔

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ۲) یہ مضغہ تناسب اختیار کرتا ہے (ترتیب ۲) اسکی ترتیب اعلیٰ اور پاک ہے

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ۳) آسان راستے سے نکلتا ہے اور تشکیل اور پرورش پاتا ہے (تشکیل ۳) اسکی تشکیل کتابی ہیئت میں کاتب کے ہاتھوں ہوئی ہے

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ۴) پھر مرتا ہے اور قبر کا ٹھکانہ حاصل کرتا ہے اور وقت مقررہ پر عدل اور انصاف کے میدان میں حاضر ہوتا ہے (انجام ۴) اسکے احکام عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور آخر تک ناظر و نافذ ہیں۔

اس تعلیم پانے والے کے لئے سب کچھ سامان مہیا فرمایا گیا ہے، اسکی خاطر

تعلیم پانے والے کی پرداخت۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

۱) زمین کو پھاڑا گیا ۲) اناج اور میوؤں اگایا گیا۔
۳) جانوروں کو پیدا اور انہیں چارہ دیا گیا ۴) اس کی راحت کے لئے باغوں کو نشو نما دیا گیا۔

تعلیم دینے والے کا انتباہ

تعلیم کا انجام، امتحان پر مختتم ہوتا ہے: اس امتحان کے موقع پر

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝

۱) گھنٹی بجے گی آواز پیدا ہوگی
۳) ہر شخص کے اعمال اس کے جیا، اگر ہوں گے۔
۴) جو کامیاب ہوا اسکے لئے باغ ہی باغ ہوں گے

۲) کسی کا کسی سے ربط نہ ہوگا نہ اولاد کا ماں باپ سے نہ بھائی کا بھائی سے نہ شوہر کا بیوی بچوں سے۔

جب نتیجہ شائع ہوگا

تو بعض صورتیں

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝

۱) ہنستی ہوگی
۳) خوشیاں مناتی رہینگی

۲) چمکتی دمکتی رہیں گی

یہ ہوں گے رب کو ماننے والے اور اس سے ڈرنے والے۔ فرائض کی تکمیل اور احکام کی تعمیل کرنیوالے

اور بعض صورتیں

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ ع

۱) رونی ہونگی ۲) گرد آلود ہونگی ۲) تاریکی میں لپٹی ہونگی

یہ ہوں گے خدا کے منکر اور اعمال بد کرنے والے۔

درس عمل

نتائج کا انحصار زیادہ تر واقعات متعلقہ کی نوعیت اور افتاد پر ہے۔

۱) انسان ایک قطرۂ آب سے وجود میں آیا۔ یہ اس کی مادی ساخت ہے۔

اس ساخت کی رو سے انسان پر دنیا کے معاشی نظام کا مطالعہ لازم آتا ہے اور بہتر معاشی ماحول پیدا کرنے کا اہم فریضہ اس پر عائد ہوتا ہے۔ ہر مسلمان اس فریضہ

کی تکمیل کا پابند ہے ۔

۲) انسانی زندگی کا دار و مدار ایک غیر مرئی قوت ہے یہ اس کا روحانی سرچشمہ ہے ۔
اس سرچشمہ کے تعلق سے ایمانی تنظیم کا مطالعہ لازم آتا ہے ۔ اور اسکے سچے مذہبی اصول پر عمل پیرا ہونے کا فریضہ اس پر عائد ہوتا ہے ۔ ہر مسلمان اس فریضہ کی تکمیل کا پابند ہے۔ آجکل کی دنیا محض معاشی نظام کی راگ الاپتی ہے ۔ ایک جُز کی حد تک وہ سچ کے بول بولتی ہے بیشک مسلمان اس معاشی تنظیم و منصوبہ بندی سے ہرگز غافل نہ رہیں ۔ اس خصوص میں انکی پوری جد و جہد ہونی چاہیئے ۔ تاکہ زندگی کا یہ جُز متاثر نہ ہو ، اور جواہر مادی پر ان کا حسب احکامِ خداوندی قبضہ و تصرف رہے ۔

البتہ اس کے ساتھ روحانی ترقی کی سعی کا جاری رہنا ضروری ہے تاکہ زندگی کی قوتِ کارکردگی برقرار رہ سکے روحانی تعلیم و تربیت بمنزلہ قوت خانہ (Power House) یا بجلی گھر ہے اور معاشی تعلیم و تربیت بمنزلۂ پیداوار مشین (Production machinery) کے مرادف ہے ۔ اگر اصل پاور ہوز یا بجلی گھر چالو نہ رہے تو معاشی پیداوار کی توقع کس بنا، پر باندھی جاسکتی ہے ۔

سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝	جب آفتاب تہ (بے نور) ہو جائے گا۔
وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝	اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔
وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝	اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے (اڑتے پھرینگے)
وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝	اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھرینگی۔
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝	اور جب وحشی جانوروں میں رول پڑ جائے گی۔
وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝	اور جب دریا جھوکے جائیں گے۔
وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝	اور جب لوگ جماعت وار اکٹھے کئے جائیں گے۔
وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝	اور جب زندہ دفنائی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا
بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝	کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی۔
وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝	اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے
وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝	اور جب آسمان کی کھال اُتار دی جائیگی
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝	اور جب دوزخ دہکائی جائے گی
وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝	اور جب جنّت نزدیک کر دی جائے گی
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ ۝	(تو) جان لے گا ہر شخص جن اعمال کو لیکر آیا ہے
فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝	سو قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پھر جانے والے ہیں
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝	سیدھے چلنے والے اور تھم جانے والے چھپ جانیوالے ہیں
وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝	اور رات کی جب وہ پھیلنے لگے
وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝	اور صبح کی جب وہ سانس لینے لگے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ	کہ یہ (قرآن) کلام ہے ایک معزز فرستادہ (فرشتہ) کا لایا ہوا
ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ	جو قوت والا، مالک عرش کے پاس رتبہ والا ہے
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ؕ	وہاں سب کا مانا ہوا اور معتبر ہے
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ	اور یہ تمہارے رفیق دیوانے نہیں ہیں
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ	اور انہوں نے دیکھا بھی ہے اس (فرشتہ) کو آسمان کے صاف کنارہ پر
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ	اور یہ (پیغمبر) غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ	اور یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے
فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ	پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو؟
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ	یہ تو ایک نصیحت نامہ ہے سب عالم کے لئے
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ	جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ	اور تم نہیں چاہ سکتے کوئی چیز جب تک اللہ تعالیٰ بھی اس کو
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۧ	نہ چاہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے ع ۱

خلاصہ انسانی زندگی کا ماحول مشتمل ہے:

۱) نظام فلکی پر جسکے محیر العقول کاروبار انسان کی سمجھ بوجھ سے تاحال بالاتر ہیں

۲) نظام بری پر جسکے اجزائے معدنی، نباتی اور حیوانی کی دریافت میں انسان کی عقل تاحال بہت کچھ قاصر ہے

۳) نظام بحری پر جن کے پوشیدہ حقائق اور گہرائیوں کی جانچ میں انسانی تحقیق تاحال معذور ہے

اس ماحول کے وجود اور اثباتی کیفیت کے سمجھنے کی کوشش میں انسانی دماغ ہزارہا سال سے چکرا رہا ہے۔ یہ تو ماضی اور حال کا معاملہ رہا۔

لیکن جب اسی ماحول کے عدم اور منفی کیفیت کا زمانہ آ سے گا تو اس مستقبل کی نسبت غور کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی بے بسی کا کیا عالم ہوگا۔

اپنی عین مجبوری اور لاعلمی کی حالت میں جو بھی بنیادی علم انسان کو حاصل ہوا ہے، وہ ایک قاصد الٰہی کے توسط سے اور پیغمبرؐ خداوندی کے ذریعہ سے پہنچا ہے ۔

ایک نے طبقۂ فلکیات سے اس علم کو لایا اور دوسرے نے طبقۂ ارضیات پر اس کی نشرواشاعت کی ۔ قاصد کے اوصافِ اعلیٰ اور ناشر کے کیفیات ارفع ہیں، انسان اپنی عقل ناقص کے ہوتے ہوئے بھی اس اکمل ترین پیام و ہدایت سے استفادہ نہ کریں تو یہ اُسی کی بدبختی ہوگی۔

تمہید انسان مادہ اور روح کا مجموعہ ہے ۔ منجملہ ان کے ایک کی برتری دوسرے کے زوال کی باعث ہوتی ہے ۔ انسان کو عروج حاصل کرنا چاہیئے یعنی اپنے فرائض سے آگاہ ہونا چاہیئے اسی عروج اور آگاہی کی صورت میں اپنی حقیقت کا علم ہوگا ۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے مادی قوتوں پر قابو اور روحانی قوتوں کی ترقی لازم آتی ہے ۔ انہیں امور کی تفصیل اس سورۂ مبارکہ کے ابتدائی تیرہ آیات میں مذکور ہے ۔

مادہ کے اشکال		بحالتِ عروج		بحالتِ زوال
سماوی تعلق سے	إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ	۱) نظام شمسی جسکا اہم عنصر آفتاب ہے اور اسی کی دھوپ، روشنی اور اثر سے اس نظام کا قیام ہے	لیکن ایک وقت آئیگا	جب آفتاب اپنی دھوپ کے ساتھ ماند پڑجائیگا
	وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ	۲) نظام فلکی کے دوسرے عناصر مختلف تاروں وغیرہ پر مشتمل ہیں جن کی نگاہ، قرب و بعد، اور رفتار سے دنیاوی حوادث اور انسانی زندگی متاثر ہوتی رہتی ہے ۔	" "	جب تارے ٹوٹ پڑیں گے اور اُن کا نور زائل ہوجائیگا۔

ارضی (خشکی) تعلق ہے	وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝	(۴) پہاڑ سب سے زیادہ مضبوط اور قوی معلوم ہوتے ہیں اور انسانی پرداخت میں بڑا حصہ رکھتے ہیں۔	لیکن ایک وقت آئیگا	جب اُن کا وجود باقی نہ رہیگا اُن کی مضبوطی ناپائدار ثابت ہوگی اور وہ چل پڑینگے
	وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝	(۴) انسانی املاک (جسکی ایک مثال عربوں کے نقطۂ نظر سے ایسی اونٹنی ہے جو دس ماہ کی گابھن اور عنقریب جننے والی ہو) انسان کی خبرگیری کے محتاج ہوتے ہیں اور اسکے بڑے عزیز ہیں۔	″ ″	جب اس کو ان کی خبرگیری کا خیال ہی نہ رہے گا اور وہ اپنے حال پر چھوڑ دئے جائینگے
ارضی (صحرائی) تعلق سے:	وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝	(۵) انسانی غذا جنگل کی پیداوار پر منحصر ہے۔ ایک جانب نباتاتی غذا مہیا ہوتی ہے تو دوسری جانب شکار، قوت بسری کا بڑا ذریعہ ہے شکار سے انسانی دلبستگی کا سامان بھی دستیاب ہوتا ہے۔	″ ″	جب نہ شکار کا خیال ہوگا نہ ایسی دار وگیر کی فکر۔ جنگل کے وحشی، آبادی میں ہونگے اور شہری اور صحرائی کا امتیاز باقی نہ رہیگا۔
ارضی (سمندری) تعلق سے:	وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝	(۶) انسانی کاروبار زمین اور اسکی ہوا سے نسبت رکھتے ہیں یا پانی اور اسکی ہوا سے	″ ″	جب سمندر اُبل پڑینگے اور شہری آبادیاں جل کر خاکستر

انہیں عناصر سے اسکی زندگی   لیکن   ایک وقت آئیگا۔ ہوجائیگی۔ تباہی اور
کے لوازمات کی تکمیل ہوتی ہے   بربادی کا منظر ہر جگہ ہوگا۔

جب دنیا اس انتشاری مرحلہ پر پہنچے اور مادہ کی یہ دُرگت بنے تو

روحی اشکال وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ۱) انسانی اجتماع عمل میں   یعنی یہ کہ   مذکورۂ بالا مادّی   روحی ترتیب عمل میں آئیگی
ظہور پذیر ہوں گے   آئے گا قسم واری   انتشار کے بعد
اجتماع ارواح   درجہ بندی ہوگی
کے تعلق سے۔

استفسار و اعمال وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ ۲) زندہ دفن کی ہوئی " " انسانی اعمال کی   روحی روئداد مرتب ہوگی
کے تعلق سے   بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝   لڑکیوں سے شہادت   نسبت استفسار
وکیفیت طلب ہوگی   وتحقیق کی جاکر

انکشاف احوال وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ ۳) تحریرات کھول دیے " " انسانی کردار کے   روحی تحقیقات کا
کے تعلق سے   جائیں گے۔   تفصیلات واضح   انکشاف ہوگا۔
کردئے جائینگے تو

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ ۴) آسمان کا پردہ ہٹادیا " " مخفی امور جو مادیات   روحی جلوہ میں ظاہر
جائیگا۔   میں انہماک کیوجہ سے   ہونے لگیں گے۔
انسانی فہم سے پوشیدہ
تھے اب

اظہار اشکال سزا وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ ۵) دوزخ دہکائی جائیگی " " بھلائی اور برائی   روحی مظاہرہ ہوگا
جزا کے تعلق سے   سچائی کھوٹ، جزا و
سزا کا۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ ۶) جنت نزدیک کردیجائیگی

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ؕ نتیجہ ان سب واقعات کا یہ ہوگا کہ آخرکار
انسان جان لے گا کہ
"وہ دراصل کیا ہے؟"
یہاں وہ اپنے ساتھ کیا لے کر آیا ہے؟

قرآن اور انسان اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ اسکو یاد آ جائیگا کہ جو قرآن وہ ایک واسطہ ملکی حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ پہنچایا گیا تھا
اس کی رہبری کیلئے نازل ہوا تھا " " بشری حضرت محمد مصطفیٰ " " شائع ہوا

ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ اثباتاً یہ واسطے معزز، معتبر، مسلمہ رتبہ والے تھے
مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ؕ
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ منفیاً " مجنون اور بخیل نہ تھے
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ منفیاً یہ کلام کسی مردود شیطان کا نہ تھا
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ اثباتاً " ایک عظیم الشان نصیحت نامہ تھا اور ہے
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ قرآن سے فیض وہی پا سکتا ہے جو سیدھا راستہ چلنا "چاہے"
وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ "چاہنے" کا معاملہ بھی ، محتاج رضائے رب العزت ہے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۧ

درسِ عمل (۱) قرآنی تعلیم اور اسلامی عمل کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں فلکیات کے ہر نظام کا مطالعہ
ارضیات کے ہر شعبہ کی تفصیل داخل و شامل ہے۔
(۲) فضا کے توسط سے ریڈیو اپنا پیام اقطاع دنیا کو پہنچاتا ہے تو یہ چیز ہر عاقل و جاہل کی
مسلمہ بنجاتی ہے۔ لیکن جب وسیع ترین نظام کے تحت کوئی نام لیکر یہ کہتا ہے کہ جبرئیلؑ
کے توسط سے ہم نے اپنا پیام روانہ کیا تو بعض انسان کے کان بہرے ہوجاتے ہیں۔
(۳) جب دفتر لاسلکی سے ناشر (آنونسر) کی آواز خبریں سناتی ہے تو بن دیکھے بھالے

اس کا پیام تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ لیکن جب محکمۂ لازوالی سے ایک جلیل القدر امین،
خدائے بزرگ و برتر کا کلام سناتا ہے تو دلوں پر کفر و انکار کی مہر ثبت ہو جاتی
ہے۔

۴) دنیاوی نشریات محدود ہوتی ہیں۔ چند ناقص مادی معلومات کی حد تک جو آج صحیح ہیں تو
کل ناقابلِ بھروسہ۔

۵) قرآنی نشریات مشتمل ہیں ہر فلکی بلندی، ہر بری وسعت، اور ہر بحری گہرائی پر۔ انکی سچائی
عالمگیر اور ابدی ہے۔ یہ یکساں طور پر مادی تمتع اور روحانی تاثیر کے حامل ہیں۔

روئداد بالا سے پتہ چل سکتا ہے کہ ہمارا موجودہ ترقی یافتہ تمدن جو بالکلیہ نہیں تو زیادہ تر مغربی
سانچہ میں ڈھلا ہے ہمارے مذہب کے مقابلہ میں کتنی کمزور حیثیت رکھتا ہے۔

لہذا ان دُنیاوی قوانین تہذیب و معاشرت اور انسانی خود ساختہ قواعد تمدن و معیشت کے
مقابلہ میں اوس خدائے بزرگ و برتر کے اُن احکام و قوانین کی تعمیل و اطاعت انسان
کے لئے باعثِ صلاح و فلاح دارین ہے جو خالق کائنات ہے اور جس نے اپنے
ایک ذی قوت و معتبر پیامبر کے ذریعہ ایک بزرگ و مکرم پیغمبر پر اُن کو انسان کی
نجات و ہدایت کے لئے نازل فرمائے۔

"انسان کی خود ساختہ کمزور منشا رکوئی منشا نہیں ہے۔ ہر کام اُس قادر توانا کی منشاء
کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝	جب آسمان پھٹ جاے گا۔
وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝	جب تارے جھڑ جائیں گے۔
وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝	اور جب دریا بہہ جائیں گے۔
وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝	اور جب قبر (سے مُردے) اُٹھائے جائیں گے
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝	جان لیگا ہر کوئی جو کچھ کہ آگے بھیجا اس نے اور پیچھے چھوڑا
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ	اے انسان کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے تجھے اپنے
الْكَرِيْمِ ۝	مہربان پروردگار سے
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝	جس نے تجھے بنایا پھر تجھے درست کیا پھر تجھے متوازن کیا
فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝	جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب اور جوڑ دیدیا
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝	نہیں نہیں! بلکہ تم جھٹلاتے ہو سچ اور انصاف کو
وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝	اور تم پر نگہبان (مقرر) ہیں
كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝	مہربان و معزز ہیں (تمہارے اعمال) لکھنے والے ہیں
يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝	وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝	بیشک نیک لوگ نعمت والے (جنت میں) ہوں گے
وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝	اور بیشک گنہگار (دوزخ کی) غضبناک آگ میں ہونگے
يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ	داخل ہونگے ان میں فیصلہ اور انصاف کے دن
وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝	اور اس سے نہ ہو سکیں گے غائب و دور
وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝	اور تجھے کیا معلوم ہے کہ کیسا ہے وہ فیصلہ اور انصاف کا دن

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ہاں تجھے کیا معلوم ہے کہ کیسا ہے وہ فیصلہ اور انصاف کا دن

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وہ وہ دن ہے کہ بس نہ چلے گا کسی کا کسی بھلائی برائی پر اور حکومت

ع وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝ اس دن اللہ کی ہوگی۔

خلاصہ چند اُصول ہیں جنکا یاد رکھا جانا ضروری ہے۔

۱) امن کے بعد انقلاب لازمی ہے

۲) انقلاب کی جو صورت حال قائم ہوگی وہ افعال مصدرہ کی نوعیت کے اعتبار سے ہوگی
اِن افعال کی رُوداد حرفاً حرفاً مرتب و محفوظ
رہے گی اسی کی روشنی میں نتائج برآمد ہوں گے

۳) امن کی ایک تشبیہی صورت یہ ہے کہ انسان قدرتاً اعضاء کا سڈول، جسم کا متوازن
اور دماغ کا صحیح الحال پیدا کیا گیا ہے

۴) انقلاب اس طرح رونما ہوگا کہ (الف) انسان اپنی حرص و ہوا کی وجہ سے ایک دوسرے
کی جسمانی اذیت و قتل و غارت گری کا باعث ہوگا
(ب) انسان اپنی حرص و ہوا کی وجہ سے ایک دوسرے
کے دماغی انتشار اور حیرانی و پریشانی کا باعث ہوگا

۵) چونکہ ہر شخص اور ہر گروہ کے اعمال کا رکارڈ من وعن موجود رہیگا نتیجہ بھی رُوداد
کے اعتبار سے بھگتنا پڑے گا۔

نہ کوئی فرد مواخذہ سے بچ سکتا ہے اور نہ کوئی قوم اپنے کرتوت کے تحت بالآخر
بلا جزا و سزا کے قدرت سے چھٹکارا پا سکتی ہے۔

تمہید نہ انسانی زندگی پرسکون رہ سکتی ہے اور نہ آئندہ کے حالات انقلاب سے خالی
سکون کی جگہ تلاطم برپا رہنا اور طوفان کی جگہ تعطل چھا جانا آئین قدرت ہے
باوجود ان احوال اور روزمرہ کے مشاہدے یہ تصور کر لینا کہ موت کا مرحلہ دائمی مرحلہ ہے

یا دنیاوی زیست کے بعد تبدیل کیفیت ناممکن ہے محض نادانی اور جہالت ہے اور حقیقت سے عمداً تعرض۔ ایک چیز آگے ہے تو دوسری پیچھے۔ اور ہر نوبت پر نگرانی قائم اور جوابدہی لازم ہے۔

کائناتی انتشار وانقلاب ؛ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ

جب آسمان پھٹ جائے اور ستارے جھڑ جائیں جب سمندر اُبل پڑیں اور قبریں زیر وزبر ہوجائیں۔ تو ہر شخص جان لیگا کہ آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا

آسمان کا پھٹنا متقاضی اس امر کا ہوگا کہ ستارے منتشر ہوجائیں طغیانی اس امر کو لازم کردیگی کہ ارضی مناظر زیر وزبر ہوجائیں اور یہ سب انقلابی نشانیاں ہر شخص پر ثابت کردینگی کہ:

قدیم نظام ختم ہوگیا اور ایک جدید صورت ہویدا ہوگئی۔

ایک ہی قوت قائم ہے ؛ اس سارے تغیر میں ایک ہی قوت قائم ہے اور وہ وہ قوت ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ

۱) جو بناتی ہے، سنوارتی ہے، ہر شئے کو معتدل طریقوں پر ترتیب دیتی ہے

۲) جسکے اعلیٰ اقتدار اور حکم سے یہ سب تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں

۳) جسکی نگرانی اس کے مقرر کردہ فرشتوں کے ذریعہ ہر ذرہ پر یکساں قائم ہے۔

نوٹ ۱۔ یہ فرشتے طبیعت کے مہربان، رتبہ میں معزز، انسانی افعال سے واقف، اور انسانی وجود کے محافظ ہیں۔

انسانی فریضہ

ایک معمولی عقل رکھنے والا بھی اسکو تسلیم کریگا ایسے انقلاب میں
سلامتی کی صورت یہی ہے کہ:

۱) بجائے عوارض پر نظر رکھنے یا حقیقت سے تعرض کرنے
کے مسبب اول و آخر معتد اعلیٰ و کامل کی رضا جوئی
کی فکر کی جائے۔

۲) جو بھی اپنا طریقہ ہو وہ اس کے منشا، کے تابع کر دیا
جائے جو بھی اس کا حکم ہو اس کی ہر ممکنہ طریقہ سے
تعمیل کیجائے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ۞ کیونکہ آخر کار کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور تمامتر حکومت
اللہ ہی کی ہوگی۔

درس عمل

انقلاب کے معنی ہیں ایک دور کا اختتام اور دوسرے دور کا آغاز۔ ایک زندگی کا زوال
اور دوسری زندگی کا عروج۔

کسی انسانی نظام مثلاً فاسسطی، نازی، مغربیطی راشٹریہ سیوک سنگھی کا چندے قیام، اسکی
ہر جہتی خوبی یا اس کے دوامی بقا کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ ہر انسانی نظام کیلئے موت لازمی ہے،
جدید زندگی کا ڈھانچہ، سابقہ نظام کے اعمال و طریقہ کار کی روداد سے قائم ہوگا۔

یہ ایک بندھا ہوا اصول قدرت ہے کہ افراد یا اقوام اپنے اپنے رکارڈ کے مدنظر
جزا یا سزا کے مستوجب ہوں گے

مناسب تو یہ ہے کہ انسان انفرادی حیثیت سے یا اجتماعی اعتبار سے اپنے اعمال
کو احکام اسلامی کے تابع کردے تاکہ جو انقلاب بھی واقع ہو اس کی نوعیت رحمانی
ہو۔

سُوْرَةُ التَّطْفِيْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ	بڑی خرابی ہوگی ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی
الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ	یہ لوگ جب ناپ حاصل کریں لوگوں سے پورا لے لیں
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۭ	اور جب ناپ کر یا تول کر دیں ان کو تو گھٹا کر دیں
اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ	کیا خیال نہیں اُن لوگوں کو کہ یہ اُٹھائے جائیں گے
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ	اس بڑے دن میں
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۭ	جس دن کھڑے ہوں گے رب العالمین کے سامنے
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ	نہیں نہیں! گنہگاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہوگا۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۭ	اور تجھے کیا معلوم ہے کہ کیا ہے سجین
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۭ	ایک دفتر ہے تحریر و تکمیل کیا ہوا
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۭ	جو جھٹلاتے ہیں روزِ جزا کو (سچ اور انصاف کے دن کو)
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ	اور نہیں جھٹلا سکتا کوئی مگر وہی جو حد سے گذرنے والا گنہگار ہے
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۭ	جب پڑھی جائیں اُس کو ہماری آیتیں تو کہے کہ یہ پُرانے لوگوں کی قصہ کہانیاں ہیں
كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	نہیں نہیں! بلکہ زنگ لگ گیا ہے ان کے دلوں کو اُن کے اعمال کا
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۭ	نہیں نہیں! یہ لوگ اپنے پروردگار (کے جلوہ) سے اس دن پردہ میں ہوں گے (محروم ہوں گے)
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۭ	پھر وہ داخل ہوں گے (دوزخ) کی غضبناک آگ میں

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

پھر کہا جائے گا انہیں یہ وہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝

نہیں نہیں! نیکوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا ۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝

اور تجھے معلوم ہے کہ کیا ہے "علیین"

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝

ایک دفتر ہے تحریر و تکمیل کیا ہوا

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

جس کا مشاہدہ کرتے ہیں قریب والے

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝

بیشک نیک لوگ بڑی نعمت میں ہوں گے

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝

تخت پر بیٹھے نظارہ کرتے ہوں گے

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝

تو پہچان لیگا ان کے چہروں پر نعمت و آسائش کی تازگی و روشنی

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝

اُن کو پلائی جائیں گی شراب خالص سربمہر

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝

جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیز پر چاہئے کہ رغبت کریں رغبت والے ۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝

اور اس کی کیفیت "تسنیم" کی ہوگی

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

(جو) ایک چشمہ ہے جس سے پئیں گے مقربین (قربت سے نوازے ہوئے)

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝

جو مجرم تھے وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے ۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝

اور جب گذرتے اُن کے پاس سے تو آپس میں آنکھ مارتے

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝

اور جب اپنے لوگوں میں واپس جاتے تو ہنسی مذاق کرتے واپس ہوتے ۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝

اور جب ان کو دیکھتے تو کہا کرتے کہ یہی لوگ حقیقتاً گمراہ ہیں ۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ حالانکہ یہ نہیں بھیجے گئے تھے ان پر نگہبان بنائے جاکر

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ لیکن آج ایمان والے کافروں پر ہنسینگے

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تخت پر بیٹھے نظارہ کریں گے

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ واقعی اب بدلہ پایا کافروں نے اپنے کئے کا۔ ع

خلاصہ ناپ تول میں کمی بیشی داخل فریب و دہوکہ دہی اور مستوجب سزا ہے۔

اس کا معاشی اثر بھی برا بر ہوتا ہے اور اُخروی نتیجہ بھی بُرا۔

ہر عمل اِنسانی کی نسبت ایک کھاتہ یا کارنامہ ترتیب دیا جاتا ہے اور اس میں صحیح صحیح اندراجات ہوتے ہیں۔

ایک کارنامہ "سجین ہے" جس میں فریب دینے والے اور جھٹلانے والوں کے نام درج ہونگے

یہ اشخاص یا اقوام معاملات میں معاہدات اور اقرارنامجات کی خلاف ورزی کرنے والے ہوں گے۔

جب دریافت کا وقت آئیگا تو جواب دیں گے کہ معاہدات کا اثر پارینہ کاغذات سے زیادہ نہیں ہوسکتا لہذا وہ ناقابل اعتنا ہیں

یا یہ کہ قرآن کریم محض پارینہ قصّوں کا مجموعہ ہے

ایک کارنامہ "علیین ہے" جس میں مقربین خدا کے نام درج ہوں گے۔

یہ اشخاص یا اقوام عدل وانصاف کے پابند ہوں گے۔ اُن کے چہروں پر ایمان کی تازگی ہوگی

یہ وہ ہوں گے جو دریافت پر کہیں گے کہ قرآن ایک تازہ ترین ہمہ وقتی قابل العمل ضابطۂ حیات ہے۔

تمہید زندگی کے معمولی کاروبار میں اگر ناپ وتول میں فریب یا یا قول وقرار میں دہوکا دہی سے کام لیاجائے تو جو سزا بھگتنی پڑتی ہے وہ محتاج صراحت نہیں ہے۔ کسی نہ کسی وقت دار وگیر یقینی اور تعزیر

لازم آئے گی۔

جو چیز بظاہر جُزسے تعلق رکھتی ہے وہ بدرجۂ اولیٰ کُل سے بھی متعلق ہوگی۔ جب معمولی شخصی کاروبار کی نسبت یہ کلیہ مقبول ہے تو انسانی زندگی کے تمام تر اعمال کی اچھائی یا بُرائی، نیک نیتی یا بدنیتی کے قرار داد اور مواخذہ سے بے خبر نہ رہنا چاہیئے۔

جو گرفت اس خصوص میں ہوگی وہ زندگی کے ہر شعبہ کے اعتبار سے پورے اعمال پر حاوی ہوگی اور جو جزا یا سزا لازم آئیگی اُس کا قبل از قبل خوف دل میں جاگزین نہ ہو تو انسانی حیات ایک بے حس چیز متصور ہوگی۔

دنیاوی ناپ تول — وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ — ناپ تول میں کمی اور معاملات میں دھوکہ دہی بڑی خرابی کے باعث ہوتے ہیں۔ معاملات میں بدنیتی کی دو صورتیں ہوتی ہیں:-

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ — ۱) جب لیا جائے تو پورا تول لیا جائے

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ — ۱) جب دیا جائے تو کمی کا عمل کیا جائے۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ — ایسے اشخاص اسکا خیال نہیں کرتے کہ محاسبہ کا ایک عظیم الشان دن بھی ہے۔ جب سب کے سب عدالت حقیقی کے روبرو حاضر ہوں گے اور سارے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔

"قیامت میں ناپ تول" — آخرت کے دن جب اعمال تولے جائیں گے تو اس وقت کمی یا بیشی کا شائبہ بھی نہ ہوگا۔ جیسی کرنی ہوگی ویسی بھرنی ہوگی۔ نتیجہ یا تو "سجین" کی پستیوں میں گرنا ہوگا یا "علیین" کی بلندیوں پر نشست ہوگی۔

"سجین" اور "علیین" — سِجِّيْنٍ — عِلِّيِّيْنَ — سجین — علیین

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ — كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ — ۱) بدکاروں کے نامۂ اعمال کا مقام ہوگا — ۱) نیکوکاروں کے نامۂ اعمال کا مقام ہوگا

	لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ○		
	کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○	۲) ایک مکمل دفتر ہے جس میں اعمالِ نیک	۲) ایک مکمل دفتر ہے جس میں خدا
	یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○	وغیرہ سب کا داخلہ ہوگا	کے مقربین کی شہادت مندرج ہوگی
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ	اِنَّ الْاَبْرَارَ	۳) یہ بڑی خرابی کا باعث ہوگا اُن	۳) یہ بڑی آسائش کا باعث
لِّلْمُکَذِّبِیْنَ	لَفِیْ نَعِیْمٍ ○	لوگوں کے لئے جو آخرت کو	ہوگا اُن لوگوں کے لئے
الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ○		جھٹلاتے ہیں، گنہگار ہیں	جو نیکی کرتے ہیں۔
وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ○		اور حد سے تجاوز کرتے ہیں۔	
اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ	عَلَی الْاَرَآئِكِ	۴) یہاں وہ لوگ ہوں گے جن پر جب	۴) یہاں وہ لوگ ہوں گے جنکے تخت
اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ	یَنْظُرُوْنَ ○	خدا کی نشانیاں واضح کر دی گئی	بلند و ارفع ہوں گے جن پر فروکش ہو کر
الْاَوَّلِیْنَ ○		تھیں تو کہتے تھے "یہ تو پارینہ قصے ہیں"!	وہ سارے حقائق کا مطالعہ کریں گے
کَلَّا بَلْ رَانَ	تَعْرِفُ فِیْ	۵) یہاں کے جاگزین کے قلوب	۵) یہاں کے مسند نشینوں کے
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ	وُجُوْهِهِمْ	ان کے طرزِ عمل کی سبب سے	چہروں سے بشاشت اور
مَّا کَانُوْا	نَضْرَةَ النَّعِیْمِ	زنگ آلود ہوں گے ۔	راحت اور نعمت کی مسرت
یَکْسِبُوْنَ			جلوہ پاش ہوگی۔
کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ	یُسْقَوْنَ مِنْ	(۶) یہ اپنے کرتوت کی وجہ سے	۶) درباری شراب خالص انکے
رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ	رَّحِیْقٍ	ربِّ اعلیٰ کے جلوہ سے	نوش کرنے کے لئے تیار ہوگی
لَّمَحْجُوْبُوْنَ	مَّخْتُوْمٍ ○	محروم ہوں گے ۔	جس پر مشک کی مہر ثبت ہوگی
	خِتٰمُهٗ مِسْكٌ		وہ سب چیزیں انہیں حاصل
	وَفِیْ ذٰلِكَ		ہوں گی جنکی وہ تمنا رکھتے ہوں۔
	فَلْیَتَنَافَسِ		
	الْمُتَنٰفِسُوْنَ		

	ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا	وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ	۷) اپنے کرتوت کے نتیجہ کے طور	۷) انہیں مہیا ہوگا تسنیم کا چشمہ جس	
	الْجَحِيْمِ ۝	عَيْنًا يَّشْرَبُ	پر ان کا دوزخ میں ٹھکانہ	سے خدا کے مقربین فیضیاب	
		بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ	ہوگا۔	وسیراب ہوتے ہیں۔	
	ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا		۸) یہاں انہیں دکھلا دیا جائیگا	۸) حقیقت حال سے آگاہی منکرین	
	الَّذِيْ كُنْتُمْ		کہ "یہی وہ ہے جسکی تم تکذیب	کو بھی ہوجائیگی۔	
	بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ		کیا کرتے تھے"۔		
مومن اور گنہگار	اِنَّ الَّذِيْنَ	فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ	۱) دنیا میں گنہگار ایمان والوں	۱) ایمان والے کافروں پر تبسم	
	اَجْرَمُوْا كَانُوْا	اٰمَنُوْا مِنَ	پر ہنسا کرتے تھے	کریں گے۔	
	مِنَ الَّذِيْنَ	الْكُفَّارِ			
	اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ	يَضْحَكُوْنَ			
	وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ	عَلَى الْاَرَآئِكِ	۲) جب مومن اُن کے سامنے	۲) تخت پر بیٹھ کر اپنی آنکھوں	
	يَتَغَامَزُوْنَ	يَنْظُرُوْنَ ۝	سے گذرتے تھے تو آپس میں	سے منکرین کا تماشہ دیکھینگے۔	
			چشمک زنی کرتے تھے۔		
	وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا		۳) جب اپنے گھروں کو واپس	۳) مقام جنت سے کفار کی	
	اِلٰٓى اَهْلِهِمُ		ہوتے تو ایمان والوں کا	زبوں حالت کا معائنہ	
	انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ		مذاق اڑاتے ہوئے کہتے	کرینگے کہ	
	وَاِذَا رَاَوْهُمْ		تھے کہ		
	قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ	هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ	۴) یہی وہ ہیں جو سچ مچ گمراہ	کس طرح ان کافروں کو ان	
	لَضَآلُّوْنَ	مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ	ہیں"۔ گویا کہ	کے کئے کا بدلہ مل رہا ہے۔	ع
	وَمَآ اُرْسِلُوْا		ان گنہگاروں کو ایمان والوں کی		
	عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ		نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے۔		

درسِ عمل

مسلمانوں کو ۱) اس امر کی تاکیدی ہدایت ہے کہ تجارت و صنعت میں اپنا مقام پھر سے حاصل کریں اور اس کو وسیع سے وسیع اور مستحکم سے مستحکم بنائیں۔

۲) ابتدا ہی سے معاملات میں ایمانداری کا جذبہ کارفرما رہے۔ اسی میں خیر و برکت ہے۔ اسی سے دولت کا حصول آسان اور ترقی پر ترقی ممکن ہے۔

۳) تاکید اس امر کی بھی ہے کہ عدل و انصاف کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔ جس نے اپنے رویہ کو ان اصولی امور کا پابند کیا وہ مقربین الٰہی سے ہوگا اور اعلیٰ درجات پر متمکن ہوتا جائیگا

ہنسی سے انسان کے جسم کو تازگی اور دل کو فرحت ہوتی ہے لیکن ہنسی کفار کی نہ ہو جب وہ دوسروں کا مذاق اڑا کر آپس میں چشم زن ہوتے ہیں۔ اس سے مخلوق کی تحقیر و تذلیل متصور ہے جو اسلامی تعلیمات کے مغائر ہے۔

اس اطمینان کا نتیجہ ہو کہ خاطر خواہ طریقہ سے اپنے فرائض سے سبکدوشی ہوئی۔ یہی حقیقی انبساط ہے جو موجب فلاح دارین ہے۔

سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ	جب آسمان پھٹ جائے گا ۔
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ	اور سن لیگا حکم اپنے رب کا اور اسکا یہی حق و فریضہ ہے
وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ	اور جب زمین کھینچ دی جائے گی
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ	اور باہر ڈالدے گی جو کچھ اسکے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ	اور سن لے گی حکم اپنے رب کا اور اسکا یہی حق و فریضہ ہے
يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ	اے انسان تو محنت و کوشش کر رہا ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے کے لئے تو اس سے جا ملیگا
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ	پس جس کو ملیگا اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ	تو اس سے حساب لیا جائے گا آسان
وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ	اور لوٹ آئیگا اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ	اور جس کو ملیگا اسکا اعمال نامہ اسکی پیٹھ پیچھے سے
فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ	سو وہ موت کو پکارے گا
وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۙ	اور داخل ہوگا دہکتی ہوئی آگ (جہنم) میں
اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ	بیشک یہ شخص تھا اپنے لوگوں میں خوش خوش
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ	بیشک اس نے خیال کر رکھا تھا کہ لوٹ کر جانا نہیں ہے ۔
بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۭ	ہاں ہاں اس کا پروردگار اسکو خوب دیکھ رہا تھا
فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ	سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی ۔
وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ	اور رات کی اور (ان چیزوں کی) جنکو وہ سمیٹ لیتی ہے ۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝	اور چاند کی جب وہ پورا جائے
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝	کہ تم کو بڑھنا ہے درجہ بدرجہ
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝	سو کیا ہوا ان کو کہ ایمان نہیں لاتے
وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝	اور جب قرآن پڑھا جاتا ہو اُن کے سامنے سجدہ نہیں کرتے (السجدۃ)
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝	بلکہ یہ کافر جھٹلاتے ہیں
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝	اور اللہ خوب جانتا ہو وہ جو انہوں نے (دل میں) بھر رکھا ہے
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝	سو خبر دیدو اُن کو دردناک عذاب کی
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع	تو اس کے لئے ثواب ہے بے انتہا

خلاصہ احکامِ رب کی تعمیل کا فریضہ، محض انسان ہی پر عائد نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرہ اثر جملہ کائنات ہے۔ آسمان اور زمین بھی اسی طرح رب کے حکم کی تعمیل ہر آن و ہر لمحہ کرتے ہیں جس طرح اندر اور باہر کے اُن کے جملہ لمحقات، مخلوقات، اثرات اور قوت ہائے نظم و انضباط۔

تعمیلِ حکم کا نتیجہ قربتِ حق ہوتا ہے اور یہی مقصودِ حیات ہے۔
رب کے ہاں پہنچنے کے لئے لگاتار محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔
اگر محنت اور کوشش کیجائے تو درجہ بدرجہ ترقی و تقرب حاصل ہونگے۔
محنت اور کوشش کے چند اثباتی اشکال یہ ہے:۔

۱) قرآن پڑھا جائے یعنی جملہ احکامِ اسلامی کی کماحقہٗ تعمیل ہو۔
۲) سجدہ کیا جائے یعنی جملہ احسانات الٰہیہ کا کماحقہٗ شکریہ ادا کیا جائے۔

شکل منفی یہ ہے:۔
حقیقت سے اغماز نہ کیا جائے اور نہ اسلام کے ضوابط کو جھٹلایا جائے۔

تمہید حصول مراد کے لئے ترقی کے درمیانی مدارج طے کرنا ضروری ہے۔ کامیابی کا راستہ

ہمیشہ کٹھن راستہ ہوا کرتا ہے ۔ ہر بڑی چیز کے حاصل کرنے سے قبل ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جبکہ موجودہ کیفیت بالکل تبدیل ہو جاتی ہے

جدید تعمیر سے پہلے پُرانے از کار رفتہ ڈھانچہ کا اِنہدام لازمی ہے ۔

چونکہ مستقبل حال سے بہتر ہوگا لہٰذا عبوری دور میں، حال کی بربادی اور حالات کی تبدیلی امور منفصلہ ہیں ۔ اس دَور میں سب اشکال بدل جائیں گے ۔ موجود معدوم ہوں گا اور غیر موجود موجود ہو جائیں گے ۔ جب تک آسمان و زمین زیرو زبر نہ ہو جائیں اور حالیہ نظام منہدم نہ ہو مستقبل کی عظیم الشان کیفیت ہماری آنکھوں کے روبرو نہیں آسکتی ۔ اسی طرح جب تک جسمانی تکلیف نہ اُٹھائی جائے اور ریاضت اور مشقت برداشت نہ ہو، جلوۂ ربّانی کا تقرب ممکن نہیں ہے ۔

قدر تعمیر ۔ انہدام نظامِ جدید

(الف) ایک وقت معینہ پر اس دنیا کی مدت حیات ختم ہو جائیگی

(ب) پھر اسکے انہدام کا وقت آئیگا ۔ انہدام کی شکلیں یہ ہونگی ۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ — ۱) آسمان پھٹ جائیگا ۔ جو کچھ اندر ہے ظاہر ہو جائیگا

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا — ۲) زمین پھیلا دیجائیگی 〃 〃 ۔ اسکو خالی کردیگی ۔

وَتَخَلَّتْ ۝ — اس انہدام کے بعد جدید نظام کا قیام عمل میں آئیگا اور اس موقع پر کارگذار اور ناکارہ کی تفریق عمل میں آئے گی ۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ (۱) ۔ چنانچہ ایسے اشخاص جو خدا کے دربار تک پہنچنے کی پیہم

اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۝ — کوشش اور فکر میں ہیں :-

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ — ۱) وہ خدا سے جا ملیں گے

بِیَمِیْنِهٖ — ۲) ان کا نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھوں میں ہوگا اس وجہ سے کہ وہ مشتمل ہوگا اعمال نیک پر ۔

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا — ۳) اُن کا محاسبہ آسان ہوگا

يَسِيْرًا ۙ
۴) فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد وہ اپنے متعلقین اور خود جیسے نیکوکار ساتھیوں کی طرف رجوع ہوں گے

وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝
۵) وہ مسرور ہی مسرور ہوں گے۔

(۱۱)۔ اور ایسے اشخاص جو سمجھتے تھے کہ خدا کی طرف لوٹنا نہیں ہے

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ
۱) انہیں خدا اچھی طرح دیکھ لے گا۔
۲) ان کا نامۂ اعمال عقب سے حاصل ہوگا اس وجہ سے کہ وہ مشتمل ہوگا اعمال بد پر

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝
۳) وہ تکلیف کے مارے موت کو پکاریں گے۔

وَيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝
۴) وہ رجوع ہوں گے جہنم کی طرف
۵) ان کے درد و تکلیف کا یہ حال ہوگا کہ اُنہیں کسی کا خیال نہ آئے گا۔

ایک عینی قدرتی ثبوت فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝
۶) شفق اور اسکی سُرخی: دن ختم ہوتا ہے۔ گویا دنیاوی زندگی اپنا مرحلہ طے کر چکی ہے۔ شفق نمودار ہوتی ہے اور رنگ برنگ کی تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں۔ دنیاوی زندگی کے ختم پر قسم قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ تغیر کا عمل تدریجی ہوتا ہے۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝
۷) رات اور اسکی سمٹی ہوئی چیزیں: دن کا اختتام رات پر ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کا اختتام موت کی صورت اختیار کرتا ہے

دنیا کا اختتام آخرت کی شکل
میں نمودار ہوتا ہے۔ اس نوبت
پر سب انسان سمٹ سمٹا کر میدان
حشر میں جمع ہو جاتے ہیں اور
جو منظر پیش ہوتا ہے وہ گوناگوں
کیفیات کا حامل ہوتا ہے اور
درجہ واری گروہ ترتیب پاتے ہیں

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝

۱۴) چاند اور اسکا کمال: آخرکار نظامِ نو کی تشکیل ہوتی ہے۔
جس طرح رات کی تاریکی میں چاند
کامل طلوع ہوکر اندھیرے کو
روشنی سے بدل دیتا ہے اسی
طرح آخرت کی کٹھن منزل پر
ربوبیت کا جلوہ ظہور پذیر ہوتا ہے
اور درجہ بدرجہ انسانی گروہ
حقیقت حال سے آگاہ ہوتے ہیں

انسانی مساعی: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ انسان کو چاہیئے کہ اپنے اعمال کی جس طرح بھی وہ سابق میں
رہ چکے ہوں اصلاح کرے۔ توبہ اور استغفار سے گذشتہ گناہوں
کی معافی مانگے اور درجہ بدرجہ اپنی حالت سدھارتے ہوئے
تاریکی سے نکل آئے اور عبادت اور شکر گذاری، فروتنی اور
تعمیل حکم کے ذریعہ خود کو اس منزل پر پہنچائے جہاں جلوہ
خداوندی کی زیارت سے شرف اندوزی کا موقع نصیب ہو

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ برخلاف اُس کے اگر کوئی انسان نہ ضابطۂ قرآنی کی پرواکرے
وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ اور نہ ہی سربسجود ہو، اگر وہ اپنی سرکشی پر قائم رہے
لَا يَسْجُدُوْنَ ۞ بَلِ الَّذِيْنَ اور تکذیب اسلام کرتا جاوے، چاہے ایسا ارتکاب ظاہری (السجدۃ)
كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ۖ اور باطنی کیوں نہ ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسوں
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ۖ کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا موقع یہی ہے کہ ایمان لائے اور عمل صالح کا اپنے آپ کو
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ عادی بنالے تاکہ بے حساب ثواب اسکے حصہ میں آئے۔ ع

درسِ عمل: مقصدِ حیاتِ اسلامی حصولِ قربتِ الٰہی ہے

اس تقرب کے حصول کے لئے غیر مبہم الفاظ میں قطعی طور پر فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو محنت اور کوشش کرنی چاہیئے

جب محنت اور کوشش مسلمانوں کا شعار ہو جائے گا تو ترقی کے مدارج بھی طے ہوتے جائینگے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی نسبت یہ کلیہ قائم ہے کہ وہ محض قسمت پر تکیہ کرتے ہیں اور حقیقی سعی سے عاری ہوتے ہیں یہی ہمارے ادبار کی وجہ موجبہ ہے۔

کوشش دنیا کے بہتر سے بہتر فوائد کے حاصل کرنیکی ہونی چاہیئے اور کوشش محنت اور جانفشانی سے مسلسل ہونی چاہیئے ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی ایجادات و انکشافات مشہور عالم تھے۔

آجکل کی دنیا میں کتنے مسلمان ہیں جو سائنسی معلومات میں، اختراعات و ایجادات میں دنیا کے صف اوّل کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں؟ آخر یہ کمی کس وجہ سے ہے؟

مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ محنت اور کوشش کو اپنا شعار زندگی قرار نہ دے لے۔ دنیاوی ضروریات کے ساتھ ساتھ روحانی علم و تجسس بھی لازمی ہے۔

خدا کا تقرب ان ہر دو قسم کی مساعی سے حاصل ہوتا ہے، افسوس اس کا ہے کہ آج کل کا

مسلمان اُن میں ایک کا بھی مرد میداں نہیں ۔

کیا اب بھی جبکہ زمانہ کے تھپیڑے ہم پر متواتر پڑتے جا رہے ہیں ہماری حمیت گوارا نہیں کرے گی کہ اپنے مذہب اور ایمان کے بتلائے ہوئے اسباق کا اعادہ کرکے مسلسل محنت اور کوشش سے درجات عالیہ کے حصول کی شب و روز فکر کریں

اگر ایسا کیا گیا تو خدا کی نعمتوں کی شکر گذاری کا ایک موثر طریقہ ہوگا ۔

سورة البروج مكية وهي اثنتان وعشرون آية

بسم الله الرحمن الرحيم

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝	قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی
وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝	اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے
وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝	اور مشاہدہ کرنے والے کی اور اس کی جس کا مشاہدہ کیا گیا ہو
قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ۝	کہ مارے گئے خندق کھودنے والے
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝	آگ بہت ایندھن والی تھی
إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝	جب وہ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے
وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝	اور جو کچھ کر رہے تھے مسلمانوں کے خلاف اسکو دیکھ رہے تھے
وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ	اور دشمنی کی انہوں نے اُن سے (اور بدلہ نہیں لینا چاہتے تھے اُن سے)
الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝	بجز اس بات پر کہ وہ ایمان لے آئے تھے اللہ پر جو قوت والا اور ہر تعریف کے لائق ہے
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ	اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور اللہ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝	ہر چیز سے خوب واقف ہے
إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	جو لوگ ایماندار مردوں اور عورتوں میں فتنہ ڈالیں
ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ	اور پھر توبہ بھی نہ کریں تو ان کے لئے عذاب ہے دوزخ کا
وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝	اور ان کے لئے عذاب ہے جلتی آگ کا
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ	جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے باغ ہیں
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ	جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی یہ بڑی کامیابی (اور حصول
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝	مراد کی صورت) ہے۔
إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝	بیشک تیرے پروردگار کی گرفت بڑی شدید ہے

اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝	وہی پہلے پہل پیدا کرتا ہے اور وہی (زندگی) کا اعادہ کریگا۔
وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝	وہی بخشنے والا، بڑی محبت کرنے والا ہے
ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝	عرش کا مالک، بڑی شان والا ہے
فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝	کر گزرتا ہے جو کچھ ارادہ کرے
ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۝	کیا پہنچا تجھ تک قصہ لشکروں کا
فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝	فرعون اور ثمود کے
بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ ۝	بلکہ یہ کافر جھٹلاتے ہیں
وَّاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ ۝	اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا۔
بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝	ہاں یہ قرآن ہے بڑا باعظمت
ع فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝	لوح محفوظ میں ہے

خلاصہ خدائی قدرت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے

۱) آسمانوں کی بلندی سے

۲) تاروں کی جگمگاہٹ سے

۳) یوم انصاف سے

۴) ہر منظر شاہد ومشہود سے

مغرور دنیاوی بادشاہ یا حاکم مقتدر جو ایمان سے محروم اور منکر حق ہو، رعایا پر اپنے سطوت ودبدبہ کا سکہ واثر جمانا چاہتا ہے اور چونکہ وہ

۱) مرتفع آسمان پیدا نہیں کرسکتا لہٰذا بجائے اسکے گہرے خندق کھود کر اپنے کارناموں کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

۲) روشن اور جگمگاتے تارے بنا نہیں سکتا ” ” کھودے ہوئے خندقوں میں آگ روشن کرتا ہے جو تھوڑی دیر میں راکھ بنجاتی ہے

۳) محشر کا سما پیدا نہیں کر سکتا ،، خندقوں کے قریب اپنا اجلاس قائم کر کے مؤمنین کی نسبت حکم صادر کرتا ہے

۴) جلوۂ ربانی کے شاہد و مشہود ،، اسکے کرتوت کے دیکھنے والے سارا عالم ہے اسکے چند ہوا خواہ ہیں جن کی وفاداری خود متزلزل ہے۔

تمہید انسان کی قوت عقلی و جسمانی نسبتاً نہایت کمزور ہے اس کے بڑے سے بڑے کارنامے بھی خداوندی نظم کے مقابلہ میں اسی نسبت سے ادنیٰ اور حقیر ہیں جب انسانی مساعی پر غور کیا جائے اور قدرت کے معمولی مناظر اور واقعات کی روشنی میں انہیں جانچا جائے تو سرسری نظر میں بھی اس کی بے بضاعتی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

انسان کو چاہئے کہ ان حالات میں نہ اپنے کسی کارنامہ پر غرور کرے اور نہ خداوندی قوتوں اور قوانین کے مقابلہ میں اپنے کو کسی شمار و قطار میں سمجھے

بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ اپنی زندگی کو تمام تر اپنے خالق کے احکام کی تعمیل کے لئے وقف کر دے اور اپنی بہتری اور برتری اسی میں تصور کرے کہ اپنے مالکِ حقیقی کے آگے ہمیشہ سربسجود رہے۔ جب زندگی کا یہ معیار مقرر کر دیا جائے گا۔ تو اسکا انکسار اس کی عظمت کا باعث ہوگا، اس کی فروتنی اسکی مسرت کی موجب ہوگی اور اسکی عبادت اس کی سرخروئی کی وجہ موجب۔

برکاتِ الٰہیہ اور انسانی کارنامے	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	ایک جانب ہیں چند برکاتِ خداوندی	دوسری جانب ہیں انسانی کارنامے
	وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ○	۱) مثلاً آسمان عجیب و غریب شان والا	۱) مثلاً زمین میں خندقوں کی کھدوائی
	قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ○ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ○	۲) بارہ بروج عجیب و غریب نظم والے	۲) خندقوں میں ایندھن بھروائی

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ	۳) روز محشر جسکا وعدہ اٹل ہے	۳) خندقوں اور انکی آگ کے پاس
إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝		خود اپنا اجلاس
وَشَاهِدٍ وَّ	۴) ایسی ہستیاں جو حاضر و موجود	۴) خود کے روبرو ایمون کی حاضری
مَشْهُودٍ ۝	و شاہد ہیں	کا حکم دینا جو خود کے ظلم و ستم کے شکار ہو رہے تھے اور جنکے خلاف الزام محض یہ تھے کہ وہ مالک الملک پر ایمان لائے تھے جو سب سے زیادہ زبردست ہر طرح لائق تعریف اور زمینوں اور آسمانوں کا بادشاہ ہے

جب ان دونوں پہلوؤں پر مقابلتہً غور کیا جائے تو انسانی کارنامے جس طرح لایعنی اور مضحکہ خیز ظاہر ہوتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔

کفار کے مظالم اس خصوص میں اس کا اظہار ضروری ہے کہ از منۂ قدیم سے عموماً یہ صورت چلی آرہی ہے کہ جب کبھی ایک چھوٹا سا طبقہ کسی سچے مذہب کی طرف رجوع ہوتا ہے اور احکام دینی کی تعمیل کی جانب رُخ کرتا ہے تو اس طبقہ پر مظالم و مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں اور با اقتدار اشخاص یا حکمران، دین حق پر چلنے والوں کو آگ میں جھونک دیتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا واقعہ اسی قبیل کا تھا۔ ذونواس شاہ یمن اور نجران کے نصرانیوں کی صورت بھی ایسی ہی تھی۔ کفار قریش نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے وہ بھی اسی نوع کے تھے۔ کسی خاص واقعہ کے قطع نظر، حق کی راہ پر چلنے والوں پر دنیا کے بادشاہ اور مقتدر جماعتیں اسی طرح کا تشدد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح اپنی قوت اور شان اور دبدبہ کا مظاہرہ ہوتا ہے جس سے ایمانداروں کی قلیل تعداد مصائب سے تنگ آکر اپنے راہ حق کو ترک کر دیگی۔

لیکن چاہے تعداد کتنی ہی قلیل ہو اور مصائب کتنے ہی شدید ہوں جس نے راہِ حق اختیار کی وہ کبھی اس سے نہیں مُڑتا۔ مرد تو مرد، عورت اور بچے بھی کبھی اس امتحان میں ناکام نہیں رہتے۔

یہ امر یقینی ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝

(الف) جو لوگ (۱) ایمان والے مرد یا عورت کو اس طرح تکلیف پہنچاتے ہیں
(۲) تو بہ نہیں کرتے تو وہ
(۳) ایک جلا دینے والے عذاب کے مستوجب ہوں گے۔

عذاب کی دنیاوی صورت

نوٹ: دنیا میں اس عذاب کی صورت دلوں کی دھڑکن اور سینہ کی سوزش اختیار کر سکتی ہے۔ اکثر اوقات مسلمانوں کے دشمن خود آپس میں ایک دوسرے کے لئے باعث نفرت ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے قتل و غارتگری کے مرتکب ہوتے ہیں حسرت و یاس کی وجہ سے ان کی طبیعت میں ایسی آگ سلگ جاتی ہے جو انہیں عمر بھر کے لئے ناکامی اور الجھاوے کا شکار بنا دیتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝

(ب) جو لوگ (۱) ایمان لاتے ہیں۔
(۲) اعمال نیک کرتے ہیں تو وہ
(۳) فرحت و مسرت اور انتہائی اطمینان کے مستحق ہوں گے

کامرانی کی دنیاوی صورت

نوٹ:۔ دنیا میں اس کامرانی کی صورت، سکون قلب اور سینہ کی

ٹھنڈک اختیار کر سکتی ہے۔ اکثر اوقات مسلمان اپنے
ایمان کی وجہ سے خود میں غیر معمولی تقویت محسوس کرتے
ہیں اور اطمینان و انبساط کی وجہ سے طبیعت میں ایسا سرور
سما جاتا ہے جو عمر بھر کی راحت کا ضامن ہو جاتا ہے۔
اسلام کا رشتہ آپسی ہمدردی اور محبت کا موجب بنجاتا ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح ہمارا مالک رحیم و کریم ہے اسی طرح
اس کی دارو گیر بھی بڑی سخت ہے۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ فرعون اور ثمود کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اُن کے
وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ باوجود اگر کافر و منکر انکار ہی کرتے جائیں تو وہ اس حقیقت
کو بھول رہے ہیں کہ خدا ان کو ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہے۔

درسِ عمل ہر طاغوتی قوت کا مظاہرہ اسی طرح ہوتا ہے کہ وہ چند روزہ اقتدار کے گھمنڈ میں کمزوروں
کے حقوق کو پامال کر دیتی ہے اور اپنے آلاتِ حرب و اسلحۂ آتشیں سے یا تو کمزور اقلیتوں کا
قتلِ عام کرتی ہے یا اُن پر ہر طرح کا ظلم جائز قرار دیتی ہے۔ عواقب کو پیشِ نظر نہیں
رکھتی وہ اس بھول میں مبتلا ہے کہ اس کی یہ طاقت ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور
اس کے یہ بھی ذرائع ہمیشہ ہتھیار بننے والے ہیں۔

انسان کو جبروتِ خداوندی کے مظاہراتِ فلکی و ارضی سے سبق لینا چاہئے اور یہ احساس
دل و دماغ میں جاگزیں ہونا چاہئے کہ اگر ساری دنیا میں شیطانی قوت تہلکہ مچا دے تو
وہ ذرا برابر نظامِ خداوندی میں تغیر پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور یہ کہ اگر معبودِ
حقیقی ایک آن کے لئے بھی کسی تغیر کا حکم فرما دے تو یہ ساری کائنات ایک لمحہ میں تباہ
و برباد ہو جائے گی۔

اسی طرح رحمتِ خداوندی کا احساس بھی ہونا چاہئے کہ کس طرح سارے عالم کا وجود اور نظم

اوسی رب جل جلالہ کے رحم وکرم کا محتاج ہے اور جب انسان اپنے محسن اعظم کا حقیقی شکر گذار ہوتا ہے اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے تو کو چند روزہ آزمائش کا سامنا ہوتا ہے مگر بالآخر پرورد گار کی سرفرازی کی بھی کوئی انتہا نہیں رہتی اور انعام واکرام سے دوآتا وہ مؤمنین کو مسرور ومطمئن کر دیتا ہے۔

سورۃ الطارق مکیۃ وھی سبع عشرۃ آیۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ — قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنے والے کی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ — اور تجھے معلوم ہو کہ کیا ہے رات میں آنے والا۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ — وہ تارا روشن چمکتا ہوا

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ — نہیں کوئی شخص کہ نہ ہو جس پر ایک نگہبان

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ — اب دیکھ لے انسان کہ کس چیز سے بنایا گیا ہے۔

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ — بنایا گیا ہے ایک اچھلتے پانی سے

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ — جو خارج ہوتا ہے درمیان سے ریڑھ اور پسلیوں کے

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ — بیشک وہ اسکو پھیرنے (دوبارہ بنانے) پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ — جس دن جانچے جائینگی پوشیدہ باتیں۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ — پھر نہ خواس (انسان) کو قوت ہوگی اور نہ اسکا کوئی مددکرنیوالا ہوگا

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ — قسم ہے آسمان چکر مارنے والے کی

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ — اور زمین پھٹ جانے والے کی

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ — کیا یہ (قرآن) کلام ہے فیصلہ کر دینے والا۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ — اور نہیں ہے یہ کوئی ہنسی کی بات

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ — وہ لگے ہوئے ہیں تدبیر کرنے میں

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ — اور میں لگا ہوا ہوں تدبیر کرنے میں

ع فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ — پس تو ڈھیل دے ان کافروں کو۔ ڈھیل دے انکو تھوڑے دن۔

خلاصہ رات کی تاریکی میں آسمانوں پر چمکدار ستارے ظاہر ہوتے ہیں، بحکم خداوندی کمزور انسان

کی عالم بے بسی اور تنہائی میں، اس کے ایمان کی خاطر حفاظت کیجاتی ہے
یہ انسان وہی ہستی ہے جو حقیر قطرہ سے وجود میں آیا۔ اسکی پیدائش کا عمل بھی ستاروں کے ظہور اور ان کی چمک کی کیفیت رکھتا ہے اور متقاضی اس امر کا ہے کہ انسان خدا کی دی ہوئی نعمت کی حفاظت کرے۔ یہ نعمت وہ قرآن ہے جو اس کے ایمان کا سرچشمہ اور اس کے راستہ کا روشن ستارہ ہے۔ رات کی تاریکی میں ستاروں کی چمک اس امر کی پیشگوئی ہے کہ روز روشن طلوع ہونے کو ہے۔
اسی طرح کفار کی اندوہناک مخالفت اور برتاؤ کے باوجود مومن کی استقامت اس امر کی ضمانت ہے کہ کامیابی اس کے قدم چومنے کو ہے۔
کفار کو قوت و اقتدار اس دُنیا میں حاصل بھی ہوگا تو وہ ایک قلیل مدت کیلئے محدود رہیگا قریب میں خداوی مرضی کا جب ظہور ہوگا تو مؤمنین کے دلوں کی مسرت لامحدود ہوگی۔

تمہید خدا نے انسان کو بنایا لیکن بے بس نہیں چھوڑا۔ اس کے رزق اور اس کی حفاظت اور نگرانی کا ذمہ دار بنا۔ انسان کو اسکی آزمائش کی خاطر ایک میدان کارزار میں اتارا گیا ہے جس کا نام دنیا ہے۔ اس میدان کے واقعات کبھی رات کی طرح تاریک اور دھندلے اور کبھی دن جیسے صاف اور واضح ہوتے ہیں۔ ہر حالت میں خدائی وعدہ ہے جس نے قرآن پر ایمان لایا خدا کا فیصلہ اس کے موافق صادر ہوگا۔ اس امر کا یقین خود اس کے ضمیر سے حاصل ہوتا ہے جو اس کے جسد میں ایک روشن تارے کی طرح چمک رہا ہے۔ جاہل کفار اس بیان کو ہنسی کی بات تصور کرتے ہیں۔ خیر کریں انھیں کچھ ڈھیل دی جارہی ہے۔ پھر جب نتیجہ معلوم ہوگا تو حقیقت آشکار ہوجائے گی اور آخر میں جس کو ہنسنا ہے وہی ہنسے گا۔

اس سورۃ میں تین مثالوں سے مؤمنوں کی تفہیم فرمائی گئی ہے
وَالسَّمَآءِ (۱) ایک طرف (الف) آسمان ہے جو دور ہے۔

وَالطَّارِقِ
اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ

(ب) رات کی تاریکی ہے جو انتہا درجہ گہری ہے
لیکن اس حالت میں بھی اللہ کے فضل و تدبر سے
آسمان پر چمکتے ہوئے تارے موجود ہو جاتے ہیں
جو تاریکی میں روشنی پھیلاتے ہیں۔

(۲) دوسری طرف (الف) مرد اور عورت ہیں جو بالذات بے بضاعت ہیں
(ب) صلب و رحم کی تاریکی ہے جو پرورش کا مادہ ہے
لیکن اس حالت میں بھی اللہ کے فضل و تدبر سے
بندھن کھل جاتے ہیں اور انسان کی تخلیق
ہوتی ہے اور وہ حیات امروزہ کی روشنی
میں آنکھ کھولتا ہے۔



خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ
مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ

(۳) ایک طرف (الف) آسمانی ہوائیں ہیں جو چکر کاٹتی ہیں۔
(ب) زمین کا خول سخت اور تاریک ہے
لیکن اس حالت میں بھی اللہ کے فضل و تدبر سے
بارش کا نزول ہوتا ہے۔ زمین پھٹ کر انسانی
قوت بسری وغیرہ کا مختلف النوع سامان
نکل آتا ہے۔

(۴) دوسری طرف (الف) مومن کے دشمن ہیں جن کی کثرت ہے۔
(ب) ان کے داؤ پیچ اور قوت سے مومن کا ماحول
تاریک معلوم ہوتا ہے۔
لیکن اس حالت میں بھی اللہ کے فضل و
تدبر سے چھٹکارے کا راستہ نکل آتا ہے

مصائب دور ہوتے ہیں اور مومن کی
حفاظت کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔

وعدون کا دن يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ

اسی طرح ایک دن آنے والا ہے (۱) جب سب رازوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس وقت برگشتہ انسان کی خود نہ قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا۔

اِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا

(۲) جب قرآنی ضابطہ کے تحت فیصلہ صادر ہوگا ان قوتوں کے متعلق جو اسلامی احکام کی ہنسی اڑاتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف تدبیریں کرتے تھے۔

تدبیر کس کی؟ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ع

کفّار و منکرین اپنی سازش و منصوبہ بندی کرلیں انھیں کچھ عرصہ تک مہلت دیجاتی ہے۔
بالآخر معلوم ہو جائیگا کہ خدا کی مرضی کیا چیز ہے اور کفار کی منصوبہ بندی کیا شئے

درسِ عمل مومن کے دشمن منکر ہیں۔ مومن کی تاک میں منکر لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہر قسم کی سازش کرتے اور منصوبے باندھتے ہیں۔ وہ اپنی قوت پر نازاں ہیں۔ اپنی عقل اور تدبیر سے مومنین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ہر مومن کا نگہبان اللہ کی جانب سے مقرر ہے اگر مومن اپنے ایمان کو پختہ رکھے اور اپنے عمل کو سچا تو پھر اسکو تردد کی ضرورت نہیں اس کے دشمنوں کو تھوڑی سی مہلت دیگئی ہے اس کے دشمنوں کے متعلق اسکا معبود تدبیر فرمارہا ہے۔ مومن کو صبر کرنا چاہیئے اور انتظار نتیجہ منجانب اللہ خود بخود ظاہر ہو جائیگا۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ — تسبیح پڑھ اپنے پروردگار اعلیٰ و برتر کے نام کی۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ — جس نے بنایا پھر موزوں و متناسب کیا۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ — جس نے مدون و معین کیا پھر ہدایت فرمائی۔

وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ — جس نے نکالا چارا۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ — پھر کرڈالا اُسکو کوڑا سیاہ

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝ — بہ تدریج ہم تجھکو (قرآن) پڑھائینگے اسطرح کہ تو نہ بھولیگا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی ۝ — مگر جو چاہے اللہ! وہ جانتا ہے ظاہر و مخفی کو

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰی ۝ — اور ہم سہولت سے تجھکو آسانی تک پہنچائیں گے

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ۝ — پس نصیحت کیا کر اگر مفید ہو نصیحت کرنا

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰی ۝ — نصیحت مان لیگا جس کو ڈر ہوگا

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۝ — اور گریز کریگا اس سے وہ جو بڑا شقی اور بدبخت ہوگا

الَّذِیْ يَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی ۝ — جو داخل ہوگا بڑی آگ میں

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰی ۝ — پھر نہ مر ہی جائے گا اس میں اور نہ جئے گا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ۝ — یقیناً فلاح پایا وہ جو پاک ہوگیا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ۝ — اور لیتا رہا نام اپنے پروردگار کا اور نماز پڑھتا رہا۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ — بلکہ تم مقدم رکھتے ہو دنیوی زندگی کو

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ — اور آخرت بہتر اور پائیدار ہے

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ — یہ پہلے کتابوں میں بھی ہے

ع ۱۹/۱۲

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○ کتابوں میں ابراہیم اور موسٰیؑ کے

خلاصہ

جس طرح کسی اناج وغیرہ کی کاشت کے لئے:

زمین حاصل کیجاتی ہے
اسے ہل چلا کر ہموار کیا جاتا ہے
تخم ریزی کیجاتی ہے۔
اور آخرش خود رو غیر متعلق پودوں کو الگ کر کے
کھیت تیار اور فصل مکمل کر یجاتی ہے تاکہ بے توجہی
اور عدم التفات سے کھیت بجائے اناج سے
لہلہانے کے خس و خاشاک نہ ہوجائے۔

اسی طرح انسانی پرداخت کے لئے:

اسکی پیدائش کا عمل ہوا
اسکو قرآنی تعلیم اور اسلامی تربیت سے سرفراز ہونے کا
موقع دیا گیا اسکی ہدایت رسولؐ کی عملی زندگی اور
حدیث سے ہوئی اور آخرش اسکے مردِ مومن بننے کی صورت
پیدا کی گئی اور اسکو اپنے مکمل دین سے فیضیاب ہونے
کا موقع دیا گیا تاکہ کفر و انکار سے اسکا شمار اشقیٰ میں نہ ہو
اور اسکی محرومی اسکی کامل تباہی کی باعث نہ بنے۔
ازمنہ قدیم میں بھی انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم
و حضرت موسٰیؑ نے اپنے اقوام کی اسی طرح ایمان

کی دعوت دی تھی اور اب حضرت کریم رسول اللہ
صلعم کے ذریعہ ساری دنیا کو اسی طرح ایک آسان
دین کی جانب دعوت دیجارہی ہے جسکو اگر قبول
کیا گیا اور اس کے احکام کی پابندی کی گئی تو نہ
فقط دنیاوی فلاح حاصل ہوتی ہے بلکہ مستقبل کی
زیادہ بہتر اور زیادہ پائدار نعمت بھی عنایت ہوتی ہے

تمہید آفرینش کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تعلیم کا انتظام فرما دیا تاکہ فرائض سے آگہی ہو سکے۔ ایک رسول کے بعد دوسرے رسول کی بعثت اور ایک صحیفہ کے بعد دوسرے صحیفہ کا نزول اسی غرض سے تھا کہ وقت اور زمانہ کے حالات اور صلاحیتوں کے اعتبار سے تعلیم کا تدریجی سلسلہ جاری رہے۔

بعثت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کا وہ دور شروع ہوتا ہے جب ہر چیز ایک ایسی منزل پر پہنچ چکتی ہے جہاں سے صحیح رہبری کے ساتھ عروج کا آغاز ہو سکے انسان کی ذہنی اور دماغی کیفیت پختگی کے حصول کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اسی اعتبار سے اس آخری دور کے لئے ایک ایسے رسولؐ کی بعثت عمل میں آئی جسکا صحیفہ "قرآن مجید" انسان کے انتہائی مدارج کے مدنظر جدید ترین تعلیم و تربیت کا موجب بن سکے اور سابقہ تعلیمات پر کاملیت کی مہر ثبت کر سکے۔

اس سورۂ مبارکہ میں

مُعلِمِ حقیقی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰے۔ اولاً معلم حقیقی کی حمد و تسبیح پڑھے جانے کی تاکید فرمائی گئی ہے جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

اس معلم حقیقی نے

وَالَّذِیْ قَدَّرَ (۱) کائنات کو پیدا کیا

فَسَوّٰى ۙ — (۲) سب کی تنظیم فرمائی

وَالَّذِىْ قَدَّرَ — (۳) سب کے لئے قوانین کی تدوین کی

فَهَدٰى ۙ — (۴) سب کے لئے ایک صحیح راہ عمل کی رہبری فرمائی

نبوی معلم

اس تعلیم کی اشاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی

اس رسول برحق نے :

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ — (۱) سب حقایق سے آگہی حاصل کی اور بخشی۔

(۲) تعلیم کا سلسلہ اسی نظم و تربیت کے ساتھ آغاز فرمایا جو منظورِ الٰہی تھا کیونکہ وہی ہر ظاہر و باطن کا علم رکھنے والا ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ — (۳) منشائے ایزدی کے تحت اسلام کے قانون اور ضابطہ کی آسان طریقہ سے تلقین شروع کی

وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ — (۴) عملاً ہدایت اور تفہیم کا طریقہ اور راستہ ایسا سہل تھا جس سے سننے والے بہترین نہج و قرینہ سے استفادہ کرسکیں اور کوئی چیز بھولنے نہ پائیں۔

تعلیم ایک غذا ہے

معلم حقیقی نے جہاں اور چیزوں سے سرفراز فرمایا وہاں انسان اور دیگر مخلوق کے لئے :

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ — (۱) غذا اور چارہ اُگایا تاکہ اس سے بھی تعلیم کے تحت تمتع حاصل کیا جائے۔

(۲) اس غذا اور چارہ کے سیاہ کچرا کوڑا بننے کا بھی امکان ہے جہاں اُس سے کما حقہٗ تمتع حاصل نہ کیا جائے۔

تعلیم حقیقی کو قبول کرنے والوں کے اس اعتبار سے دو گروہ ہوئے

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ
وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(۱) وہ جنہوں نے اس تعلیم کو بوساطت رسول اللہ بطور غذا قبول کیا اور خدا سے ڈرنے والے، پاک اور بامراد ہوئے۔ وہ نماز تشکر کے پڑھنے والے ہوئے اور ہم جنسوں کے حقوق کی ادائیگی میں زکوٰۃ دینے والے اور اطمینان قلب کے مالک ہوئے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝
الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝
ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

(۲) وہ جنہوں نے اس تعلیم سے گریز کیا اور غذا کے بجائے کچرے کوڑے پر اکتفا کیا۔ نہ وہ خدا سے ڈرنے والے ہوئے اور نہ پاکی کے حامل۔ ان کے دلوں کی کیفیت ایسے آگ کی ہے جو نہ بھڑک کر روشنی دیتی ہے نہ بجھ کر راکھ بنتی ہے۔ نہ انہیں زندگی کا لطف حاصل ہے نہ موت سے چھٹکارا۔

تعلیم کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے
اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

اس پاک تعلیم کا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے اور ادھر حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ اور ان کے صحیفہ جات سے گزرتا ہوا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔

شروع سے آخر تک انسان کو بھلائی کے راستہ ہی سے آگاہ فرمایا جاتا رہا اور آخر کار سب راستوں کا ایک راستہ، سب صحیفوں کا ایک صحیفہ، سب قوانین کا ایک مبسوط مجموعہ، سب مراحل زندگی کا ایک ضابطہ سب سے زیادہ جدید، سب امور پر حاوی، سب اشکال پر مشتمل، سب اقوام کے

لئے یکساں مفید اور ساری دنیا کے لئے بہر صورت
نفع بخش، قرآن مجید کی صورت میں مدون، اسلام کے
نام سے موسوم اور نازل و نافذ ہوا جس سے اُصُولاً و
عملاً بہرہ اندوز ہونا ہر اس شخص کا فریضہ ہے جو اپنی زندگی
کو حقیقتاً کامیاب بنانا چاہتا ہو۔

درسِ عمل دین اسلام سب ادیان کا نچوڑ بنایا گیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سب انبیا کے خاتم ہو کر مبعوث ہوئے۔ اس دین کے پیرو کا فریضہ ہے کہ

دنیا میں کاشتکاری وغیرہ کے جدید ترین طریقے اختیار کر کے اس دنیا میں اپنی فلاح و برتری کا سامان مہیا کرے اور کسی دوسری قوم سے اس خصوص میں پیچھے نہ رہے اور اس ضمن میں جو کاوش لازم آتی ہے اسکی تکمیل کرتا جائے حتیٰ کہ اس کا اصل جذبۂ تجسس اس کے ایمان سے قوت حاصل کر کے اس آئندہ کے لئے بھی کامران اور بامراد کرے۔

جو اقوام اس ایمان سے محروم رہیں گی وہ ممکن ہے کہ چند روزہ دولت و ثروت پیدا کر لیں لیکن انکی کیفیت اس شخص کی سی ہوگی جو سب کچھ رکھ کر بھی پریشان حال ہے، نہ اس کو زندگی کا لطف ہی حاصل ہے اور نہ موت کی فکر سے چھٹکارا۔

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ — کیا پہنچی تجھ کو خبر اس چھپا لینے والی کی

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ — بعض چہرے اس دن ذلیل ہونگے

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ — مصائب جھیلتے خستہ حال ہوں گے

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ — داخل ہونگے دہکتی ہوئی آگ میں

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ — پلائے جائیں گے ایک کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ — نہیں ہوگا ان کے لئے کھانا، بجز خاردار "ضریع" کے

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ — (جو) نہ فربہ کرے گا اور نہ دور کریگا بھوک کو

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ — بعض (اور) چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ — اپنے مساعی کی بدولت راضی اور خوش ہوں گے

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ — بہشت بریں میں ہونگے۔

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ — نہ سنیں گے اس میں لغویات

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ — اس میں ایک بہتا چشمہ ہوگا

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ — اس میں تخت ہونگے بلند و مرتفع

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ — اور آبخورے رکھے ہوئے

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ — اور غالیچے صف در صف بچھے ہوئے

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝ — اور مسند و قالین پھیلائے ہوئے

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ — کیا نہیں نظر کرتے اونٹ پر کہ کس طرح بنایا گیا ہے

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ — اور آسمان کو کس طرح بلند کیا گیا ہے

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝	اور پہاڑوں کو کہ کس طرح نصب کئے گئے ہیں
وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝	اور زمین کو کس طرح سطح کی گئی ہے
فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝	پس تو نصیحت کرتے جا کیونکہ تو تو نصیحت کرنے والا ہے
لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝	نہیں ہے تو ان پر نگران
اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝	مگر جو منہ موڑے گا اور کفر کریگا
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝	تو دیگا عذاب اس کو اللہ بڑا عذاب
اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝	یقیناً ہمارے ہی پاس ان کو پھر آنا ہوگا
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝	اور ہم سے متعلق ان سے حساب لینا ہے۔ ع ۱۳

خلاصہ

ایک حقیقت ہے جو سب چیزوں پر چھائی ہوئی اور سب امور پر حاوی ہے۔ اور وہ یہ کہ جس طرح کسی انسان کے عقائد اور اعمال ہوں گے اسی طرح کے نتائج لازماً منتج ہوں گے۔

اگر عمل غیر صحیح رہا تو

چہرہ پر مردنی ہوگی
تکان اور اضمحلال کا اثر ہوگا
دل میں گویا ایک آگ لگی رہے گی برائی کی اور ویسے پھٹیا کی طلب ہوگی ایک چیز اور ملے گی دوسری چیز جو امیدوں کو نیست و نابود کرنے والی ہوگی۔ کانٹوں کا میدان ہر قدم پر ہوگا اور جسمانی خواہش اور تکمیل کے بجائے مایوسی ہی مایوسی ہوگی۔

اگر عمل نیک اور صحیح رہا تو

چہرہ پر تازگی ہوگی

اپنے مساعی اور نیکنامی سے فرحت اور خوشحالی ہوگی
طبیعت میں سکون، خیالات میں بلندی اور
گفتگو میں حلاوت ہوگی جسمانی راحت، دماغی
سکون اور روحی سرور حاصل ہوگا۔

تمہید کائنات کی کسی چیز پر بھی نظر ڈالی جائے تو بس ایک ہی اصول کا اظہار ہوتا ہے ایک جانب خالق ہے تو دوسری جانب مخلوق، ایک جانب خالق کا حکم اور منشا، تو دوسری جانب مخلوق کا فرض تعمیل حکم۔ اگر خالق کی شکرگزاری نہ ہو تو تدارک لازم آتا ہے۔ اگر عبادت اور شکر گذاری اطاعت اور فرماں برداری کا مظاہرہ ہو تو انعام واکرام سے تمتع یقینی ہے۔

آخرت کے نظارے چھپا لینے والے اور سب پر چھا جانے والے آخرت کے دو نظارے لایق غور اور موجب عبرت ہیں

ایک جانب:۔
کتنی ہستیاں ہونگی:۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ
(۱) جن کے چہروں پر مردنی چھائی ہوگی

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ
(۲) جو محنت اور مشقت میں مبتلا اور تھکی ماندی ہونگی

تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ
(۳) جن کا مقام دہکتی ہوئی آگ ہوگا۔

تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ
(۴) پیاس کی شدت سے پانی کی طلب ہوگی تو ملیگا کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی، بھوک کی شدت سے غذا کی طلب ہوگی تو

لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ
"ضریع" جیسا تلخ ترین اور خاردار درخت جس سے نہ بدن کو سکون اور نہ بھوک سے نجات حاصل ہوسکتی ہے

دوسری جانب:۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۙ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۙ

کتنی ہستیاں ہونگی :-

(۱) جن کے چہروں پر تازگی اور فرحت ہوگی

(۲) جو اپنی مساعی اور کمائی سے راضی اور خوشحال ہونگے

(۳) جن کا مقام عالیشان باغ ہوگا جہاں کسی قسم کی بیہودہ گفتگو نہ ہوگی

(۴) پیاس کے بجھانے کے لئے ایک بہتا چشمہ ہوگا اور بیٹھنے کے لئے تخت اور قرینہ سے لگے ہوئے آبخورے اور غذا کے قیمتی ظروف اور آرام کے لئے پرتکلف فرش۔

ہمیں چاہیئے کہ دوزخ اور سزا کی ان چار خصوصیات اور جنت اور جزا کی ان چار قسم کی نعمتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

خدا کی قدرت محض متذکرہ بالا واقعات مستقبل ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اسی قبیل کے اور تصورات بھی ہیں جو غور و فکر کے محتاج ہیں۔

چنانچہ بزمانہ موجودہ جو صورتیں روزانہ مشاہدہ میں آرہی ہیں وہ ایک سوچنے سمجھنے والے انسان کے لئے کچھ معمولی نشانیاں نہیں ہیں۔

روزمرہ زندگی کے جنتی اور دوزخی پہلو

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۙ

روزمرہ مشاہدہ کی (۴) صورتیں یہ ہیں :-

(الف) ایک چلتا پھرتا روزمرہ کا ساتھی اونٹ

(۱) یہ ظاہر میں بدشکل اور ڈیل ڈول کا بے ڈھنگا ہے

(۲) یہ ہمیشہ محنت اور مشقت میں مشغول رہتا ہے

(۳) مقام اس کا صحرا ہے اور کام اس کا صحرانوردی

(۴) صحرائی ہونے کے اعتبار سے بھوک اور پیاس سے ہمیشہ بے چینی کا شکار

گویا اس طرح اس میں دوزخ کی مذکورۂ بالا نشانیاں موجود ہیں۔

مگر ساتھ ہی ساتھ

(۱) یہ سیرت کا نیک ہے اور چہرہ مطمئن رکھنے والا

(۲) یہ محنت کا عادی ہے اور اپنی کمائی سے راضی

(۳) اسکے حق میں صحرا ویسا ہی خوش منظر ہے جیسا دوسروں کے لئے باغ

(۴) پیاس کی نسبت یہ انتظام رکھتا ہے کہ ایک مرتبہ پانی پی جائے تو پھر کئی روز کے لئے اسکا پیٹ بہتا چشمہ بنجاتا ہے اور دنوں پانی کی حاجت نہیں رہتی اس کی پیٹھ تخت جیسی اونچی اور فرش جیسی آرام دہ

گویا اس طرح اس میں جنت کی مذکورۂ بالا نشانیاں موجود ہیں۔

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾

(ب) ایک اعلیٰ وارفع آسمان

(۱) یہ ظاہری صورت میں متعدد سیاروں اور ستاروں کا بے ڈھنگا مجموعہ ہے۔

(۲) یہ عموماً آفات اور بلیات سے منسوب کیا جاتا ہے۔

(۳) یہ مقام ہے دہکتے ہوئے آفتابوں کا
(۴) اس سے بظاہر لوازمات حیات کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا
گویا اس طرح اس میں دوزخ کی مذکورہ بالا نشانیاں موجود ہیں۔
مگر ساتھ ہی ساتھ
(۱) غائر مطالعہ کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں کی مختلف کیفیات ایک منظم نقشہ سے مربوط ہیں۔
(۲) اس کا نام عرش و عروج سے وابستہ ہے
(۳) چمکتے دہکتے اور مہکتے پھولوں سے آراستہ اور سحر آگین روشنیوں کی جگمگاہٹ کا حامل ہے
(۴) بارش کا برسانے والا اور نتیجۃً ہر قسم کی غذا کا مبدا اور منبع ایک دوامی بہتا ہوا چشمہ اس کے تخت اور کرسی اور اس کے مدارج اور بلندیاں مشہور و معروف ہیں۔
گویا اس طرح اس میں جنت کی مذکورۂ بالا نشانیاں موجود ہیں:۔

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝

(ج) بمقابلہ (الف) ساکن و قائم پہاڑ۔
(۱) یہ ظاہری صورت میں کوزہ پشت و بے ترتیب

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ؁ وقفہ

(۲) اس کا رشتہ ہمیشہ سختی، درشتی اور محنت سے
قائم ہے۔
(۳) اسکا مقام صحرائی شہرت رکھتا ہے
(۴) اس کے درے اور گھاٹیاں بھوک اور
پیاس سے قریبی تعلق رکھنے والی ہیں۔
گویا اس طرح اسمیں دوزخ کی نشانیاں موجود ہیں
مگر ساتھ ہی ساتھ :۔
(۱) یہ صدیوں کی مضبوطی اور پختگی لئے ہوئے ہے
(۲) یہ عظمت اور رفعت کا حامل اور بلندی کا مالک ہے
(۳) اقسام کے نباتاتی اور حیوانی پیداوار کا مسکن ہے
(۴) اسی سے چشموں اور نہروں کا آغاز ہوتا ہے
شفاف ترین پانی اور مقوی غذائیں انہی
کے آغوش میں جنم لیتی ہیں۔
گویا اس طرح اِس میں جنت کی نشانیاں موجود ہیں
(د) بمقابلہ (ب) پست زمین
(۱) یہ صورت اور شکل میں کھردری اور ناہموار ہے
(۲) یہ سختی اور بے حسی کے لئے ضرب المثل ہے
(۳) اس کے اکثر مقامات انتہائی گرمی یا انتہائی
سردی کی وجہ سے معمولاً ناقابل برداشت
(۴) اس پر بسنے والوں کی روزمرہ فکر بھوک اور
پیاس ہے اور اسی کے لئے سرگردانی ان کا

دوامی شغلہ۔

گویا اس طرح اس میں دوزخ کی نشانیاں موجود ہیں

مگر ساتھ ہی ساتھ :۔

(۱) اس کے میدان اور مناظر خوبصورتی میں یکتا اور ترو تازگی میں رشک عالم

(۲) اس کا خطہ خطہ گوناگوں پیداوار سے اور ہر قسم کی دولت سے مالا مال

(۳) اس پر مکان بنتے ہیں فلک بوس عمارات عالیشان اور حسین ترین محلات

(۴) اس پر پیاس بجھانے کے لئے عمدہ سے عمدہ چشمے اور مشروبات ہیں، غذا کے لئے ہر قسم کے میوے، اناج، رہایش اور زیبایش کے لئے تخت اور فرش کے لئے ایسا سامان جو آنکھوں کو خیرہ اور عقل کو حیران کردے

گویا اس طرح اس میں جنت کی نشانیاں موجود ہیں

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝

رسولؐ کی ذمہ داری متعین ہے۔

ان واضح نشانیوں اور ایسی بے بہا نعمتوں کی موجودگی کی صراحت کے بعد رسول اللہ صلعم کا کام صرف تفہیم کا ہے اس سے زیادہ کوئی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ اگر اس کے باوصف اگر کسی نے منہ موڑا یا انکار کیا تو پھر عذاب اور بڑا ہی عذاب لازم آئے گا۔

انسان کی ذمہ داری واضح ہے إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

یہ کسی حال فراموش نہ ہونا چاہئے کہ
(۱) ہر شخص کو اللہ ہی کے ہاں لوٹنا ہے
(۲) . . . . حساب پیش کرنا ہے

صورت ہائے بالا سے کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ دنیا کی جو چیز دوزخ معلوم ہوتی ہے وہی جنت بھی بن سکتی ہے اور جن چند روزہ لذات سے انسان جنت کا دھوکہ کھاتا ہے وہی اس کے لئے عذاب ہائے دوزخ میں متبدل ہو سکیں گے۔

درس عمل ہر چیز میں بھلائی اور برائی ہر دو صورتیں ہیں:۔

اگر اونٹ کریہ المنظر ہے تو محنت اور مشقت کا عادی بھی ہے۔

اگر آسمان آفتاب کی آگ سے جلتا جلاتا ہے تو اسی سے زندگی کا سامان بھی پیدا ہوتا ہے گرمی اور روشنی حیات انسانی کے لازمی عناصر ہیں۔

اگر پہاڑ آتش فشاں ہوتا ہے اور بربادی کا موجب بنتا ہے تو وہ معدنیات کا خزانہ بھی ہے

زمین کا کوئی حصہ اگر دشت وصحرا کا نمونہ پیش کرتا ہے اور زندگی ناممکن بنا دیتا ہے تو کوئی اور حصہ لہلہاتے کھیتوں اور سرسبز وشاداب باغوں اور قدرتی چشموں سے زندگی اور آسائش زندگی کا مہیا کرنے والا بھی ہے۔

اسی طرح جہاں تکلیف ومصائب کا سامنا دشمنوں کی وجہ سے پیش آتا ہے اور انسان کی بداعتقادی بے صبری اور سوئے عملی سے اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہاں مسلمان اگر اپنے اللہ پر پورا بھروسہ کر کے اپنے سارے مساعی جائز مقاصد کے حصول میں صرف کر دے تو کوئی بہیمی یا کافری قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

سارا انحصار خود اس پر ہے۔ اگر اس نے اپنے مذہب اور ایمان پر تکیہ نہ کیا اور محض مادی قوت والوں سے مرعوب ہو کر ان میں جا ملا تو اس کی سزا بھی وہ بھگتے گا۔ لیکن اگر کائنات کے خزائن اور مفادات سے واقفیت پیدا کر کے احکام الٰہی کے تحت دنیا کی تمام اشیاء آلات صنعتی و حرفتی کے ذریعہ انسانی فلاح اور تحفظ کے سامان پیدا کرے اور کفر کی قوتوں سے مرعوب نہ ہو تو اس کے لئے کامرانی ہی کامرانی ہے۔

سُورَۃُ الفَجرِ مَکِّیَّۃٌ وَہِیَ ثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالْفَجْرِ ○ — قسم ہے فجر کی

وَلَیَالٍ عَشْرٍ ○ — اور دس راتوں کی

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ — اور جفت اور طاق کی

وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ○ — اور رات کی جب وہ چلنے لگے

ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ○ — ان چیزوں کی قسم عقلمند کے واسطے کافی بھی ہے

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ○ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کیا کیا تیرے پروردگار نے (قوم) عاد کے ساتھ،

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ○ — (جو تھے) ارم بڑے ستونوں والے کے

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ○ — نہیں پیدا کیا گیا کوئی ان کے جیسا سارے شہروں میں

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ○ — اور ثمود (کے ساتھ) جو تراشتے تھے پتھر وادی میں

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ○ — اور فرعون میخوں والے کے ساتھ

الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ○ — ان سب نے سر اٹھا رکھا تھا شہروں میں

فَاَکْثَرُوْا فِیْھَا الْفَسَادَ ○ — اور بہت مچا رکھا تھا ان میں فساد

فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ ○ — بس برسایا ان پر تیرے پروردگار نے عذاب کا کوڑا

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ○ — بے شک تیرا رب گھات میں لگا ہؤا ہے

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ ○ — سو انسان کو جب آزماتا ہے اس کا پروردگار اس طرح کہ اس پر انعام و اکرام کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری عزت بڑھا دی۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ	اور جب آزماتا ہے اس کو اس طرح کہ تنگ کر دیتا ہے اس پر
فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ	اسکی روزی تو کہتا ہو کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا
كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ	نہیں نہیں! بلکہ تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ	اور نہیں ترغیب دیتے ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ	اور کھا جاتے ہو میراث کا مال سارا سمیٹ کر
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۭ	اور محبت کرتے ہو مال سے بہت محبت
كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ	نہیں نہیں! جب ریزہ ریزہ کر دیجائیگی زمین توڑ پھوڑ کر
وَّجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ	اور آئیگا تیرا پروردگار اور فرشتے قطار در قطار
وَجِايْۗءَ يَوْمَىِٕذٍۢ بِجَهَنَّمَ ڏ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ	اور لائیگی اس روز دوزخ تو اس دن سمجھ آئے گی
الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ	انسان کو اور کہاں ملیگا اب اسکو سمجھنے کا موقعہ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ	کہیگا کہ کاش میں پہلے ہی بھیجدیتا کوئی عمل اپنی زندگی کیلئے
فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ	پس اس روز نہ دے گا اس کا سا عذاب کوئی
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ	اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا ہوگا
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ڰ	اے مطمئن روح!
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ	چل اپنے پروردگار کی طرف اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ	پھر شامل ہو میرے بندوں میں
وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ	اور داخل ہو میری بہشت میں

ع ۱۴

خلاصہ

انسانی عقل وفہم پر بھروسہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جس وقت اسکی رو سے مصوّر

حقیقی کے نقشہ کے تمام پہلو اپنے اصل رنگ و روپ میں بخوبی واضح ہوجائیں۔
عاد و ثمود جیسے اقوام یا فرعون جیسے بادشاہ نے بھی خالق کا تصور باندھا لیکن اپنے ناقص عقل و فہم پر تکیہ کرکے، تمرد و تکبر کی بناء پر خود نے اپنے آپ کو مظہر اقتدار کل سمجھ لیا ایسے غلط تصورات قدرتی طور پر تباہ و بربادی پر منتج ہوتے ہیں۔
بندوں کی آزمائش اللہ کی جانب سے دولت و ثروت سرفراز کرکے کیجاتی ہے اور کبھی عزت و تنگی عائد کرکے۔
ساتھ ہی ساتھ آزمائش کے لئے بندوں کے آپسی برتاؤ کی بھی اسی طرح جانچ کی جاتی ہے جس طرح رب العزت کی عبادت اور تعمیل حکم کی پرکھ

تمہید

زندگی کا ایک سرسری خاکہ یہ ہے کہ آغاز حیات ہوتا ہے اس کے بعد مرور زمانہ کے اعتبار سے کاروبار دنیاوی کی ایک اجتماعی حیثیت تشکیل پاتی ہے اور تمول اور دولت کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ اس اجتماع کا اصل مقصد، آپسی ارتباط ہوتا ہے تاکہ ہر مرحلۂ حیات کے بعد زندگی کا مناسب اختتام ہو، لیکن فرعون جیسے اشخاص یا عاد و ثمود جیسی اقوام مقصد حیات کا غلط تصور قائم کرلیتی ہیں۔ وہ اپنے معمولی آغاز کو بھول جاتے ہیں اور اپنے مالک کی معطیہ قوت و اقتدار کو اپنی ہی ذات سے منسوب کرلیتی ہیں معطی سے ربط قائم نہیں رکھتیں بلکہ اسکے انعام و اکرام کے باوجود ناشکری کرتی ہیں۔ اور اپنے تمرد سے فساد کے بانی مبانی ہوجاتی ہیں۔ ان کا انجام بجائے خیر و برکت کے انہیں کی تباہی اور بربادی ہوتا ہے۔

قدرت کے چار نقاط

ابتدائی آیات میں چار امور کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جو زندگی کے چار اہم بالشان نقاط ہیں۔

وَالْفَجْرِ ۝ (۱) رات نے پلٹا کھایا۔ تاریکی ختم ہوئی

	صبح سویرے کی نشانیاں پیدا ہونے لگیں	اس طرح صبح حیات کا آغاز ہوا
وَلَيَالٍ عَشْرٍ	(۲) اسی نوع کی دس راتیں گذریں (مثلاً ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی (۱۰) یوم) اور صبح کی تکمیل ہوئی	" دنیا کے مسلمانوں کا رہنے کا واحد مرکز پر اجتماع ہوا
وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ	(۳) جفت اور طاق کی ترتیب ہوئی	اسطرح دوئی اور یگانگت کا عمل متعلق ہوا۔
وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ	(۴) رات چلی	شب زندگی کا اختتام ہوا۔

زندگی کے چار مدارج

یہ مسائل ہیں جنکی سمجھ بوجھ پر انسان کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہے۔

بالفاظ دیگر (۱) انسان، تاریکی کے آغوش سے دنیا کی صبح میں تنہا اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔

(۲) بڑھتا ہے بڑھتا ہے حتیٰ کہ دنیا کو آباد کرتا جاتا ہے۔ ساری زمین پر پھیل جانے کے باوجود بحکم الٰہی اس کا ایک ہی مرکز قرار پاتا ہے اور فریضۂ حج کی تکمیل میں اس مرکز پر ہر سال ایک اجتماع قرار پاتا ہے۔

(۳) ارکان اسلام میں سے اس انتہائی شرط

کی تکمیل کے ساتھ ایک طرف خالق اور
مخلوق کے تعلق سے آشنائی ہوتی ہے تو
دوسری جانب یگانگت اور دوئی کے راز
سے واقفیت۔ ہستی کا یہ راز بھی آشکار ہو جاتا
ہے کہ ایک یہ دنیا ہے تو اس کا جوڑ آخرت
ہے۔ جب تک ان دونوں اجزا کا برابری
کے ساتھ تصور نہ ہو، ایمان مکمل نہیں ہوتا۔
(۴) جب انسانی حقائق کو سمجھ لیا جاتا ہے اور اس
دنیاوی زندگی کے اغراض کی تکمیل ہو چکی
ہے تو شب زندگی کا اختتام ہوتا ہے اور
آخرت میں حیات نو کی ترتیب و تشکیل
ہوتی ہے۔
بہرحال جس طرح بھی ان نقاط کا تصور باندھا جائے،
نتیجہ وہی برآمد ہوگا جس کا اظہار اوپر کیا گیا۔ اس
ضابطہ کے خلاف جو کوئی عمل پیرا ہو وہ تباہ و
برباد ہوگا۔

وضاحت کیلئے تین مثالیں

مندرجہ ذیل تین مثالیں وضاحت کی باعث ہونگی:۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝

(۱) عاد ایک قوم تھی جس کی قوت و سلطنت کا آغاز بطریق
معمولی ہوا۔
(الف) پھر اس کے یہاں قوت اور
تمول کا اجتماع ہوا اعلیٰ شان

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝

محلات سارے شہروں میں
تعمیر کئے۔
(ب) عروج کو پہنچکر اس قوم نے
اپنے کو یکتا سمجھا سرکشی کی
اور مالک حقیقی سے بیگانگی
اختیار کی
(ج) نتیجۃً خدا کا عذاب نازل ہوا
یہ قوم تباہ و برباد ہوئی
(۲) ثمود ایک قوم تھی جسکی قوت و سلطنت کا آغاز
بطریق معمولی ہوا۔
(الف) پھر اس کے یہاں صنعت و
حرفت کی انتہائی ترقی
ہوئی ان کے ہاتھوں میں
پتھر نرم ہوگیا اور سنگ تراشی
کو کمال حاصل ہوا۔
(ب) عروج کو پہنچکر اس قوم نے
اپنے کو یکتا تصور کیا سرکشی
کی اور مالک حقیقی سے بیگانگی
اختیار کی۔
(ج) نتیجۃً خدا کا عذاب نازل ہوا
یہ قوم بھی تباہ و برباد ہوئی

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝

(۳) فرعون ایک بادشاہ تھا جسکے قوت و اقتدار کا دبدبہ بڑھتا گیا۔

(الف) اسکے یہاں وسیع مملکت اور کثیر دولت کا اجتماع ہوا اسکے لشکر کے گھوڑوں کی میخیں بھی سونے کی تھیں۔

(ب) عروج کو پہنچکر اس نے اپنے کو یکتا سمجھا سرکشی کی اور مالک حقیقی سے بیگانگت اختیار کی۔

(ج) نتیجتہً خدا کا عذاب نازل ہوا اور یہ تباہ و برباد ہوا

آزمائش کے طریقے

دنیاوی کیفیات سے غلط نتیجہ اخذ نہ کرنا چاہیئے۔ انسان کو خدائے کریم آزماتا ہے۔ آزمانے کے مختلف طریقے ہیں:—

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝

(۱) کبھی آزمائش کیلئے مال و دولت، اعزاز و مرتبہ دیا جاتا ہے اس وقت انسان کہہ اٹھتا ہے "میرے رب نے میری قدر افزائی کی گویا کہ اس کی شخصیت بالذات قابل قدر تھی۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ‌ ۚ

(۲) کبھی آزمائش کے لئے روزی کی تنگی، غربت اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اس وقت انسان کہہ اٹھتا ہے "میرے رب نے میری ذلت اور رسوائی کی" گویا کہ اس کی شخصیت بالذات قابل تعظیم و تکریم تھی۔

آزمائش کے بعد تجزیہ

عموماً آزمائش کے بعد اعمال کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ لوگ :-

كَلَّا‌ بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَۙ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِۙ ۝ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّـمًّا ۝ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا

(۱) یتیموں کی قدر نہیں کرتے اور ان کے حق کی ادائیگی سے گریز کرتے ہیں۔

(۲) دوسروں کو بھی مسکینوں کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے

(۳) میراث کو خود ہضم کر جاتے ہیں

(۴) دولت سے بے انتہا محبت کرتے ہیں

آخری فیصلہ

انہیں اس کا خیال نہیں رہتا کہ زندگی، موجودہ احوال دنیا پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک دن آئیگا جب

كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الۡاَرۡضُ دَكًّا دَكًّا ۝

(۱) قوت، اقتدار، مال اور میراث تو کیا ساری دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

وَجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ
(۲) خدائے رب العزت کے روبرو حاضری ہوگی اور فرشتے صف بصف موجود ہونگے۔

وَجِايْۗءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ
(۳) دوزخ روبرو ہوگی

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ
(۴) اس وقت حقیقت آشکار ہوجائیگی اور اس نوبت پر لوگ ہاتھ ملیں گے۔ لیکن پچھتانے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ آخرش عالم مایوسی اور حالت ندامت میں زبان حال سے کہنے

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ
لگیں گے کہ کاش آج کے اس یوم آخرت کے لئے کچھ نیک اعمال ہی مہیا کرلئے ہوتے۔

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ
ایک جماعت ہوگی جو ایسے عذاب میں مبتلا ہوگی جس عذاب کی کوئی نظیر نہ ہوگی، اسی بندش میں ہوگی کہ اس طرح کی کوئی اور جکڑ نہیں ہوسکتی

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۤۖ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ
ایک اور جماعت ہوگی جو آرام و اطمینان سے بسر کریگی اور اپنے رب کی طرف لوٹیگی کیونکہ وہ اسی سے راضی ہوگا اور وہ اس سے خوش ہوگی اور وہ

عِبَادِیْ وَادْ شامل ہوگی اس کے حقیقی بندوں میں اور

خُلِی جَنَّتِیْ ○ داخل ہوگی جنت میں ؛

درس عمل - اگر تاریکی گھیرے تو روشنی کا تصور کیا جائے۔ اگر مصائب ٹوٹ پڑیں تو اللہ کے فضل پر بھروسہ رکھا جائے۔ اور اسلامی احکام کے تحت اپنے عمل کو مربوط کیا جائے۔ یہی صورت کامیابی کی ہے اگر برتری عطا ہو اور حکومت سے سرفرازی ہو تو یتیموں کی قدر، مسکینوں پر کرم اور رعایا کے حقوق پیش نظر رہیں۔

دنیا کی حکومت یا دنیا کی دولت وعزت اصلاً نعمت نہیں ہیں حقیقی آرام و اطمینان ان کے جائز استعمال پر موقوف ہے۔

چلو بھر پانی بھی پانی ہے اور سارا سمندر بھی پانی۔ سمندر کا پانی نہ پیاس بجھا سکتا ہے اور نہ ذائقہ پیدا کرسکتا ہے چشمہ کا چلو بھر پانی، شیریں سے شیریں ہوسکتا ہے اور لذات حیات سے معمور۔

دائرہ مختصر ہو یا وسیع، ملک چھوٹا ہو یا بڑا، محض وسعت یا قوت سے برتری کا اندازہ نہیں ہوتا بلکہ جو دائرہ متناسب ہوگا یا جو ملک شریعت کا پابند ہوگا وہی مقام سرور اور نمونہ جنت ہے۔

سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ اور تجھ کو حلال ہے یہ شہر۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ اور (قسم ہے) باپ کی اور اولاد کی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو محنت ومشقت میں

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ۝ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلیگا

یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ کہتا ہے کہ میں نے خرچ ڈالا بہت مال

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ ۝ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝ کیا نہیں بنائی ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں

وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝ اور زبان اور دو ہونٹ۔

وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝ اور بتلا دئے ہم نے دونوں شاہ راہ

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ۝ سو وہ نکل سکا گھاٹی میں سے ہو کر

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ ۝ اور کیا تجھے معلوم ہے کہ کیا ہے وہ گھاٹی

فَکُّ رَقَبَۃٍ ۝ (وہ) چھڑانا ہے کسی گردن کا (آزاد کرنا)،

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ۝ یا کھانا کھلانا بھوک اور تنگی کے دن

یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ۝ کسی یتیم رشتہ دار کو

اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ۝ یا کسی محتاج خاک نشین کو

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ۝ پھر ہو وہ اُن میں سے جو ایمان لائے اور تاکید کرتے ہیں تحمل کرنے کی اور تاکید کرتے ہیں رحم کرنے کی

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ	یہی لوگ ہیں داہنے والے
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ	اور جنہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں سے وہ بائیں والے ہیں۔
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۠	اُن پر آگ مسلط ہوگی اور سرپوش ہوگی۔

ع ۱ ۱۵

خلاصہ

آدمی کی پیدائش درد اور تکلیف سے متعلق ہے۔

اس کی ساخت خود اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ وہ بالذات کسی چیز پر قابو نہیں رکھتا۔ نہ اپنی ذات پر اس کو کوئی قابو حاصل ہے نہ اس مال واسباب ودولت پر جو اس کی مادی زندگی کے بظاہر نصب العین ہیں۔

خدا نے اُس کو آنکھیں دی ہیں اور دونوں راستے نیکی اور بدی کے تبلا دئے ہیں

" " زبان دی ہے اور سکھلادیا ہے کہ اس کے فرائض کیا ہیں مثلاً یتیموں کی خبرگیری مساکین کی مدد وغیرہ

" " ہونٹ دئے ہیں اور اُس پر لازم کردیا ہے کہ ایمان لائے اور صبر ورحم کی ایک دوسرے کو ہدایت کرے۔

خدا نے انسان کا ایک مرکز بھی اس دنیا میں مقرر فرما دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت رسول اللہ صلعم کی پیدائش ہوئی یعنے مکہ اسی میں آپ نے ہر قسم کی تکلیف برداشت فرمائی، وہیں آپ رسالت کے منصب سے فیضیاب ہوئے۔ اور اور وہیں سے آپ نے اسلام کی وہ ذہنی اور عملی تعلیم کا آغاز فرمایا جس سے دنیا بالاقرار وبلا اقرار استفادہ کرہی ہے اور وسیع تر پیمانہ پر استفادہ کرتی جائے گی۔

تمہید ایمان اور نیکی کا مقام نہایت محنت اور مشقت کا مقام ہے قبل اس کے کہ ایمان پختہ ہو اور نیکیاں ہمارے حساب میں آئیں سخت تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ تمثیلاً شہر مکہ کی نسبت ہی غور کیا جائے۔ مسلمانوں کا یہ مقدس شہر دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے وہیں آنحضرت صلعم نے آنکھیں کھولیں اور جنم لیا۔ وہیں راہ حق کی نسبت آپ پر وحی نازل ہوئی، وہیں آپ کے ہونٹ و زبان تلقین عالم کے لئے کھلے۔ وہیں آپ پر ظلم ڈھائے گئے، ہر طرح کی اذیتیں دی گئیں حتیٰ کہ آپ کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی۔ لیکن جب محنت و مشقت اور تکلیف کے انتہائی مدارج طے ہو چکے، آپ کا وہیں فاتحانہ داخلہ ہوا۔ وہیں عبادت خالق کے علاوہ خدمت مخلوق کی راہیں آپ نے بتلائیں۔ اس طرح ایمان اور عمل کی تاریخ مکہ کی تاریخ سے قریبی تعلق رکھتی ہے اور انسانی فلاح اور بہبود کا سبق اس شہر کے مدوجزر سے صاف اور صریح طور پر ملتا ہے۔

مکہ کی اہمیت اس سورہ میں حوالہ دیا گیا ہے شہر مکہ کا: یہ وہ شہر ہے:-

(۱) جو آنحضرت صلعم کا پیدائشی مقام ہے

(۲) جو سارے عالم کا مقدس ترین مرکز ہے

(۳) جس کی نسبت یہ قید اور پابندی عائد ہے کہ اس کی سرزمین پر لڑائی نہ ہونی چاہئے۔ صرف ایک دن کے لئے جب آنحضرت صلعم نے اسکو فتح فرمایا تھا لڑائی کی اجازت تھی۔ پھر دوسرے ہی دن سے پابندی عائد ہوئی جو ہمیشہ عائد رہے گی۔

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (۴) آنحضرت صلعم کو اس شہر کی آزادی حاصل تھی

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝

(۵) پیدائش کے اعتبار اور سکونت اور فتح کے لحاظ سے اور اس حقیقت کے مدنظر کہ آپ کے طفیل میں اس شہر کو وہ عظمت اور درجہ حاصل ہوا جس کی کوئی نظیر نہیں ۔ آپ کا اور اس شہر کا رشتہ باپ اور بیٹے کا ہے آپ یہاں پیدا ہوئے ۔ آپ اس شہر کے اولاد سے ہوے آپ نے اس کو ترقی دی، عظمت دی، ایمان بخشا ۔ اِسمیں اصلاحات فرمائیں ۔ اس طرح آپ اس کے باپ ہوئے ۔

(۶) اسی شہر کے لوگوں نے آپ کو ہر طرح کی اذیتیں دیں آپ کے خلاف روپیہ صرف کیا، فوجیں ایستادہ کیں اور اپنی پوری طاقت سے آپ پر حملے کئے لیکن جو منشائے ایزدی تھا وہی ہوا۔

انسانی زندگی کا اصل منشا،

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝

حسب ذیل حقائق غائر غور انسانی کے قابل ہیں۔

(۱) کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ راحت نہیں پا سکتا ۔ اُس کی تخلیق کا یہ منشا ہی نہیں پایا جاتا۔

(۲) انسانی زندگی کے معنی ہیں محنت اور مشقت کی برداشت

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ۝

(۳) پھر کسقدر نادانی ہے اگر انسان باوجود اپنی اس بیچارگی کے یہ تصور باندھے رہے کہ کوئی اس پر اقتدار نہیں رکھتا ۔

یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝

(۴) انسان بعض اوقات شیخی بگھارتا ہے کہ میں نے بیشمار دولت لٹائی ہے ۔ لیکن یہ نہیں سوچتا کہ کس

غرض کے تحت ؟

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝ — کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسکا دیکھنے والا کوئی نہیں ؟

اصحب المیمنۃ

(۵) انسان کو عطا فرمائی گئی ہیں :

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ — (الف) دو آنکھیں

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ — یعنے اس کو دکھلا دئے گئے دو راستے

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ — (۱) ایک گھاٹی کا راستہ ہے : جہاں سے گذرتے ہوئے ایک بندہ غلاموں کو آزادی بخشتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے۔

(۲) ایک سہل راستہ ہے : جس پر چلتے ہوئے ایک غافل انسان طرح طرح کی برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے

وَلِسَانًا — (ب) ایک زبان

جس سے دنیاوی لذات کا وہ ذائقہ چکھتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کو چاہئیے کہ :

فَكُّ رَقَبَةٍ — (۱) رشتہ دار یتیموں کی پرورش کرے غلام آزاد کرے ۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ — (۲) مساکین کو کھلائے ۔

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ — (۳) عاجز و ناچار محتاجین کی مدد کرے

(ج) دو ہونٹ :

وَشَفَتَيْنِ ۝ — جن کی عطا کا مقصد یہ ہے کہ :

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝

(۱) خود ایمان لائے
(۲) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرے
(۳) رحم و کرم کی فہمائش دے۔

یہ صورتیں ہونگی

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝

"اصحاب المیمنہ" کی جنکا مقام تخت ایزدی کے داہنے جانب ہوگا۔

اصحب المشئمۃ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝

(۴) لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو باوجود ان واضح نشانیوں کے حق سے انحراف کرتے ہیں:۔

(۱) ایمان نہیں لاتے ہیں

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

(۲) ان کو آگ احاطہ کئے ہوے ہوگی
(۳) ان کے عذاب سے بچ نکلنے کے راستے بند ہوں گے۔

یہ صورتیں ہونگی
"اصحٰب المشئمۃ" کی
جن کا مقام عرش کی بائیں جانب ہوگا۔

درس عمل کسی دور میں بھی کامل راحت اور چین انسان کو حاصل نہیں ہو سکتے: دنیا اپنے پہلو بدلتی رہے گی۔ دنیا کے حوادث، قانون قدرت کے تحت مسلسل پیش آتے رہیں گے۔

کوئی مادی شے جس کی ترتیب وتشکیل یا ایجاد محض انسانی دماغ اور سائنسی تحقیق سے ہوئی ہو منتہاے ترقی پر پہنچ نہیں سکتی۔ ہر مرحلہ پر مزید ترقی اور دریافت کے امکانات باقی رہیں گے۔

انسان کے لئے دو راستے موجود کردئے گئے ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے جس پر گامزن ہوکر

مادی اور روحانی ہر دو قوتوں سے استفادہ کر کے انسان اپنے لئے انفرادی طور پر اور بنی نوع انسان کے لئے اجتماعی طور پر باعث برکت و مسرت بن سکتا ہے۔

دوسرا وہ راستہ ہے جہاں دینی اور روحانی امور سے اپنے آپ کو بالکل الگ تھلگ کر کے محض مادی اشیاء کے رموز اور اُن کی نسبت سے ایسے دنیاوی آلات و ذرائع مُہیا کرتا ہے جو ایک درجہ فائدہ مند ہیں تو ان کے نامناسب استعمال سے دس درجے خود اس کی ہلاکت کے باعث ہوتے ہیں۔

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ — قسم ہے سورج کی اور اس کی (بڑھتی ہوئی) روشنی کی

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ — اور چاند کی جب آئے اس کے پیچھے

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ — اور دن کی جب خوب روشن کردے اس کو

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ — اور رات کی جب وہ چھپالے کسی کو

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ — اور آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ — اور زمین کی اور اس کے پھیلاؤ کی

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ — اور نفس کی اور اس کی موزونی و مناسبت کی

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ — اس کے القائے بدکرداری اور پرہیزگاری کی

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ — یقیناً وہ فلاح پایا جس نے اس کو پاک کرلیا۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ — اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسکو خاک میں ملا دیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ — جھٹلایا (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی وشرارت سے

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ — جب اُٹھ کھڑا ہوا ان میں کا سب سے زیادہ شقی بدبخت

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ — تو کہا ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر نے خبردار رہنا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ — پس جھٹلایا انہوں نے (اس پیغمبر کو) پھر پاؤں کاٹ ڈالے اُس اونٹنی کے پس ہلاک کیا ان کو ان کے پروردگار نے بسبب ان کے گناہوں کے پھر برابر

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ — اور وہ نہیں ڈرتا مستقبل سے

ع ۱ ۱۶

خلاصہ

حضرت صالحؑ قوم ثمود کی تعلیم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔
قوم ثمود کا ایک واقعہ ایک اونٹنی سے متعلق تھا جس کی نسبت خصوصی احکام دئے گئے تھے۔ باوجود امتناع کے، اس قوم کے ایما پر، ایک شقی القلب ثمودی، قدار بن سالف نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔
یہ فعل اس پوری قوم کی تباہی و بربادی کا باعث بنا:
جس کسی نے احکامِ الٰہی کی پابندی کی وہ تقویٰ کا حامل ہوا اور اس کی زندگی سنور گئی۔
اور جس نے قدرت کو ٹھکرایا اور غرور و تکبر کے تحت اپنی ذات پر تکیہ کیا وہ فسق و فجور کا مرتکب ہوا اور اس کی زندگی نامراد و ناپاک ہوئی۔

تمہید انسان بالکل بے بس بھی نہیں ہے۔ اُس کو اپنے نفس کا مالک بنایا گیا ہے علاوہ ازیں سمجھ اور عقل عطا ہوی ہے۔ بُرے بھلے میں امتیاز کا مادہ دیا گیا ہے۔ علم و عمل سے اگر اُس نے اپنے آپ کو تقویت پہنچائی تو وہ بامراد ہو سکتا ہے۔ نفس کا تابع ہو گیا اور فسق و فجور میں مبتلا تو وہ نامرادی کا شکار ہو جائیگا۔ بننے یا بگڑنے کا معاملہ خود اس کے ہاتھ میں ہے چاہے حالات سازگار ہوں یا ناسازگار؛ کئی ہیم اسکا شیوہ ہونا چاہئے اس کے اعتقادات اور اعمال اس کے عاقبت کے کلید ہوں گے۔

قدرت اور نفس کے مماثل اشکال وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۱) ایک اعلیٰ طبقہ آسمان سے جس طرح آفتاب کی تابناک دھوپ چمکتی ہے اور ایک ثانوی طبقہ آسمان سے ماہتاب کی نرم و خوش اثر چاندنی پھیلتی ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا (۲) دن کے طلوع سے روشنی کا اور رات کی آمد سے تاریکی ہر

ظہور ہوتا ہے چیز کو ڈھانک لیتی ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (۳) آسمان کی بناوٹ، عظمت کی حامل اور حدود کے تعین سے بلند و بالا ہے زمین کی ساخت اس کی پستی اور وسعت میں ظاہر ہے۔

اُسی طرح انسان کے ڈھانچہ میں خالق جزوکل نے ایک "نفس" ودیعت

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فرمایا ہے جو ایسے ہی متضاد اوصاف سے متصف ہے۔

انسانی نفس میں:۔

تقویٰ — فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (۱) مثل آفتاب کی تابنا کی کے دن کی روشنی کے آسمان کی عظمت کے صلاحیت ہے تقویٰ کی

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا جب یہ صفت سنوار لیجاتی ہے تو انسان کا سینہ ایمان کی روشنی سے چمکدار ہوتا ہے اور نور کا نکھرا نجاتا ہے۔

فسخ و فجور — (۲) مثل ماہتاب کی ذیلی اور عقبی کیفیت کے رات کی تاریکی کے زمین کی پستی اور وسعت کے امکان ہے فسخ و فجور کا بھی

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا جب اس طرح صورت بگاڑ لی جاتی ہے تو انسان نامرادی کا شکار ہو جاتا ہے اور خاک میں مل جاتا ہے۔

قوم ثمود کے واقعات — مثال کے طور پر قوم ثمود کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

قوم ثمود کے حالات مختصراً درج ذیل ہیں:۔

(۱) قوم ثمود کی تعلیم و تفہیم کے لئے خدائے کریم نے حضرت

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا

صالح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو مبعوث فرمایا۔ قوم ثمود نے خدا کے بھیجے ہوئے نبی کو جھٹلایا صورت یہ تھی۔

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا

اس قوم کے میعار کے مطابق منجانب اللہ ایک امتحان مقرر فرمایا گیا تھا۔ ایک اونٹنی مختص کردی گئی تھی۔ حکم ہوا کہ اس کو چھیڑا نہ جائے، پانی کے استعمال سے اس کو روکا نہ جائے۔ بالفاظ دیگر اونٹنی کیا تھی ایک نفس تھا معصوم۔ تاکید یہ تھی کہ اُس کی اپنی معصومیت میں خلل نہ ڈالا جائے۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا

(۲) لیکن قوم ثمود کا نفس متمرد تھا۔ خدا کے احکام کی تعمیل پر تیار ہوتا تو متقی ہوتا، منور ہوتا۔ لیکن خدا اور اس کے رسول سے اُس قوم نے مُنہ موڑا۔ امتناعی احکام کی پرواہ نہ کی۔ اپنے میں سے ایک شخص قدار بن سالف کو اس غرض سے مقرر کیا کہ اونٹنی کی نسبت جو تاکید تھی اس کی خلاف ورزی کی جائے۔ اس قوم کے دماغ میں یہ خیالِ خام سمایا تھا کہ ایک اونٹنی خدا کی قدرت کا ثبوت کیسے دے سکتی ہے۔ قدار نے اونٹنی کو پانی سے روکا اور ہلاک کیا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا

(۳) نتیجہ یہ ہوا کہ آفتاب کی شعاعیں غائب ہوئیں۔ دن کی روشنی چھپ گئی۔ رات کا اندھیرا گھیر آیا۔ آسمان کی بلندی اور بناوٹ نے حیرانی پیدا کی۔ زمین کی پستی

اور وسعت میں تنگی نمایاں ہوئی ۔ قہرِ الٰہی نازل ہوا۔
ایک معمولی اونٹنی کے متعلق حکم عدولی ایک پورے قوم کی تباہی کا باعث بنی ۔

ثمود کی فاسق و فاجر قوم اپنے نفس کی ناپاکی اور اپنی طبیعت کے غرور کی وجہ سے نامرادی کا شکار ہوکر خاک میں مل گئی ۔

کیا وہ کوئی زلزلہ تھا جو اس قوم کی تباہی کا باعث بنا؟
کیا کوئی زلزلہ بھی بلا حکمِ الٰہی آسکتا ہے ؟

درسِ عمل

بعض وقت معمولی امور، عظیم الشان حوادث کے موجب بن جاتے ہیں۔
شخصی جانچ یا کسی قوم کے امتحان کی غرض سے معمولی سے معمولی شرط بھی عائد کیجاسکتی ہے۔
اگر اس شخص یا قوم نے اپنے تمرد کی بنا پر اس شرط کو حقیر جان کر اس کی خلاف ورزی کی تو قدرت اپنی سزا صادر کرتی ہے ۔

زندگی افراد کی ہو یا ممالک کی، ہر اوس فریضہ کی تکمیل کی پابند ہونی چاہئے جو اُس پر منجانب اللہ عائد ہوا ہو ۔ عموماً جہاں کسی کو کچھ اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو وہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے اور بلا لحاظ قانونِ قدرت اپنے سیاسی اقتدار یا ملک گیری یا نظریۂ قوت کی خاطر کمزوروں کو تباہ اور نہتوں کو برباد کرنا شروع کردیتا ہے یا ہمسایہ ممالک کو ہڑپ کرنیکی فکر میں مبتلا رہتا ہے ۔

اُس کا حشر وہی ہوگا جو اُس نے اپنے سے زیادہ کمزور کے لئے سوچ رکھا تھا۔ ایسا شخص یا ایسا ملک دیرپا اقتدار کا مالک نہیں رہ سکتا ۔

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے۔
وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ○ اور دن کی جبکہ وہ خوب روشن ہوجائے
وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○ اور تخلیق کی نر و مادہ
اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ○ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ پس جس نے دیا اور اللہ سے ڈرتا رہا
وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ اور سچا سمجھا اچھی بات کو
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ تو ہم اس کو سہولت سے پہنچادیں گے آسانی میں
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ اور جس نے بخل کیا اور لاپروائی کی
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ اور جھٹلایا اچھی بات کو
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ تو ہم اسکو سہولت سے پہنچا دیں گے تکلیف میں
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى ○ اور نہ کام آئیگا اسے اُسکا مال جب وہ گڑھے میں گرے گا۔
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ○ ہمارے ذمہ البتہ ہے راستہ بتلا دینا
وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور ہمارے ہی قبضہ میں آخر و اول ہے۔
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ○ سو میں ڈرا چکا ہوں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے
لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ○ نہ داخل ہوگا اس میں مگر وہی جو بڑا بدبخت شقی ہے
الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ جس نے جھٹلایا اور مُنہ موڑا
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ اور بچایا جائیگا۔ دور رکھا جائیگا۔ اس سے وہ جو متقی و پرہیزگار ہو
الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ جو دیتا ہے اپنا مال اپنے تزکیہ کے لئے

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ — اور اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دینا ہو

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ — مگر اپنے عالیشان پروردگار کی خوشنودی

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۚ — اور یہ عنقریب خوش ہوجائیگا۔

ع ۱ / ۱۷

خُلاصَہ

تین اصول ہیں کامیاب زندگی یا عظیم تر مملکت کے لئے

(۱) عطا: فکر اس کی نہ ہو کہ دوسرے سے کچھ جائز یا ناجائز طریقہ پر حاصل کیا جائے فکر اسکی نہ ہو کہ کسی اور کا ملک یا ملک کا حصہ یا کوئی سرسبز خطہ وادی یا تیل کا چشمہ کسی نہ کسی طرح اپنے تصرف و اقتدار میں لایا جائے بلکہ ہر فرد یا قوم کو ہمیشہ اس امر کی فکر ہونی چاہیئے کہ اپنے ہمسایہ کو یا کسی ضرورتمند کو دے۔

لینے کا سوال ہی نہیں ہے۔ دینے کا حکم ہے

(۲) اتقا: استحصال بالجبر موجب ہوتا ہے خوف اور اندیشہ کا۔ اگر کسی نے کسی اور سے کچھ جبرًا لے لیا یا کسی قوی ملک نے کسی کمزور ملک سے کوئی خطہ چھین لیا یا سارے مقبوضات ہڑپ کر لئے تو اس کے دل میں ایک خوف و ہراسانی کارفرما ہوگی اور اس کا ضمیر چین نہ لینے دے گا مبادا کہ اُس کی کمزور حکومت کل قوی ہوجائے اور انتقامی کارروائی کرے۔ جس امر کی تعلیم اس سورۂ مبارکہ میں دی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ بجائے ظلم و تعدی کے احسان و مہربانی کی جائے۔ کسی ملک کو کسی اقتدار سے یا اراضی سے محروم کرنے کی بحث ہی نہیں ہے بلکہ کمزوروں کو سرفراز کرتے جانے کی تاکید ہے۔

اور لطف یہ کہ ایسے عطا اور سرفرازی کے بعد بجائے غرور و تمکنت کے کہ ہم نے اس طرح دیا، جذبہ یہ کارفرما ہونا چاہیئے کہ دیا تو سہی لیکن خدا جانے کافی دیا بھی کہ نہیں اور دیتے ہوئے کوئی احسان تو نہیں جتلایا یہ خوف اگر دل میں موجود ہو تو اس کا نام اتقا ہے

(۳) صدق : جو بھلائی کی اس کی صداقت کا دل شاہد ہونا چاہیئے۔ کوئی وسوسہ باقی نہ رہنا چاہیئے اور نہ کوئی پچھتاوا۔ دل کو سکون اور صداقت سے معمور رہنا چاہیئے۔ اشکال بالا کے مخالف و منفی عملیات موجب محرومی و سختی و عذاب ہوں گے۔

تمہید

ہر علت کا ایک معلول ہے۔ ہر سبب کا ایک نتیجہ۔ کانٹے بو کر پھول کی توقع رکھنا عقلِ سلیم پر دلالت نہیں کرتا۔ رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اسی طرح نر کے مزاج سے مادہ کی طبیعت مختلف ہوتی ہے جس طرح کے اعمال ہوں گے اسی نہج کے عواقب بھی۔ مستقبل کی مسرت مقصود ہو تو حال کی اصلاح ضروری متصور ہے۔

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی
وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی
وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی

دنیا توازن سے قائم ہے۔ رات کے ساتھ دن۔ نر کے مقابلہ میں مادہ کا توازن قائم کیا گیا ہے تاکہ اختلافی حالات کے باوجود یگانگت کا ایک دلچسپ تعلق اور یکجہتی کا خوشگوار منظر ظاہر ہو اور منشائے تخلیق کی تفہیم ہو سکے۔

مساعی کے اعتبار سے انسان کی حسبِ ذیل اقسام ہیں۔

(الف) (۱) جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

(۲) اسکے بعد بھی اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں

انسان کے اقسام باعتبار مساعی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی

(۳) بھلی بات کو سچ جانتے ہیں

(۴) ان کے لئے راحت و آسانی ہے

اس لئے کہ انہوں نے معلوم کرلیا کہ
خدا ہی کے ہاتھ میں دنیا اور آخرت ہے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى — (ب) وہ (۱) جو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں
(۲) اسکے بعد بھی اللہ سے بے پروا ہیں
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى — (۳) بھلی بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى — (۴) ان کے لئے تکلیف اور سختی ہے
اس لئے کہ انہیں مال و دولت کا گھمنڈ ہے۔

انسان کے اقسام باعتبار طبائع — طبائع کے اعتبار سے انسان کے اقسام حسب ذیل ہیں:۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى — (الف) وہ (۱) جو دیتے ہیں اپنا مال اس غرض سے کہ
الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى — دل پاک ہوں
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى — (۲) جو صرف رضائے الٰہی کے جویا ہیں
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى — (۳) جو نیک طینت ہیں
(۴) یہ اتقیا سے ہیں
وَلَسَوْفَ يَرْضٰى — یہ عنقریب خوش ہوں گے۔

(ب) وہ (۱) جو دینے کے قائل نہیں اور اس وجہ
سے ان کے دل تنگ ہیں۔
(۲) جو احکام الٰہی سے روگردانی کرتے ہیں
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى — (۳) جو بدطینت ہیں
لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى — (۴) یہ اشقیا سے ہیں
الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى — یہ گریں گے بھڑکتی ہوی
آگ میں۔

درسِ عمل ۔ شخصی زندگی یا تمدنی ترقی یا مملکتی عروج اوسی وقت ممکن ہے جب کہ :۔

(۱) ایثار کا جذبہ حرص وہوا پر برتر و غالب ہو

(۲) عمل ہمیشہ تابع رہے خوف عواقب کا

(۳) ہر امر میں صداقت کارفرما رہے ۔

سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰی ۙ	قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی
وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ	اور رات کی جب وہ خاموشی سے ڈھانپ لے
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۙ	نہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے پروردگار نے اور نہ ناخوش ہوا
وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۙ	اور یقیناً مابعد بہتر ہے تیرے لئے بنسبت ماقبل کے
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ	اور عنقریب دے گا تجھ کو تیرا پروردگار (وہ جس سے)
فَتَرْضٰی ۙ	کہ تو خوش ہو جائیگا ۔
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۙ	کیا اُس نے تجھ کو یتیم نہیں پایا پھر قرار اور ٹھکانا دیا
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۙ	اور اس نے تجھ کو بھٹکتا ہوا بھولا ہوا پایا پھر رہنمائی کی
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۙ	اور پایا اس نے تجھ کو تنگدست اور غنی بنا دیا
فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ۙ	پس جو یتیم ہے اس پر سختی نہ کر
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ ۙ	اور جو سائل ہے اس کو جھڑک نہ دے
وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۙ	اور اپنے پروردگار کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہ

خلاصہ

خود رسول اکرمؐ کی زندگی کے بعض واقعات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اور چند زرین احکام اس کی روشنی میں مستنبط فرما دیئے گئے ہیں ۔

چندے وحی کے نہ آنے سے بحیثیت ایک بشر کے رسول اکرمؐ نے اپنے آپ کو محرومِ الطاف خداوندی تصور فرما لیا ۔

لیکن خدا فرماتا ہے کہ ایسا احساس نہ ہونا چاہیئے۔
درآنحالیکہ:

(۱) تم یتیم تھے بے بس تھے	اس پر بھی تمہاری پرورش کا سامان کیا گیا
(۲) تم حق کے متلاشی ہو کر حیرانی میں مبتلا اور بھٹک رہے تھے۔	تم پر رسالت کی نعمت عطا ہوئی اور راہِ حق کی رہنمائی کی گئی۔
(۳) تم نہتے تھے، دشمنوں کے مقابلہ میں کمزور تھے اور مفلس تھے	تمہیں غنی کیا گیا تمہیں استغنا بھی عطا ہوا دولت بھی دی گئی اور دولت کو اللہ کے لئے خرچ کرنیکی توفیق عطا فرمائی گئی۔

یہ ایسے واقعات ہیں جو سبق دیتے ہیں کہ:۔

(۱) یتیموں اور غریبوں پر کرم و مہربانی کرنی چاہیئے۔
(۲) جو کسی اچھی چیز کا سائل ہو اسکے ساتھ اچھے طریقہ سے برتاؤ کرنا چاہیئے
(۳) جو احسان خدائے کریم نے کیا ہو اسکا تذکرہ عام طور پر کرنا چاہیئے تاکہ سپاس گذاری کے جذبہ کے ساتھ احسانِ خداوندی کی نشر بھی ہو۔

تمہید

رسالت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ وحی کے ذریعہ احکامِ الٰہی کا نزول شروع ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ چونکہ ایک وحی اور دوسری وحی کے درمیان وقفہ (فترہ) زیادہ ہوگیا تھا، خود آنحضرت ؐ

بے چین و مضطرب تھے۔ مخالفین نے جو کسی نہ کسی بہانہ کی تاک میں رہتے تھے، طعن و تشنیع شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ "محمدؐ کے خدا نے محمدؐ کو چھوڑ دیا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رسالت مآبؐ کچھ مغموم سے تھے۔ اس حالت میں سورۂ مبارکہ کا نزول ہوا۔

وحی کسی ضابطہ کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اس کا انحصار بالکلیہ مرضیٔ باری تعالیٰ پر ہے وہ جس طرح ہر چیز کا مالک ہے اوسی طرح محل اور موقع کا بھی وہی جاننے والا ہے۔ تعجیل اور تاخیر انسانی کیفیات ہیں۔

علاوہ ازیں سورۂ مبارکہ کا اصل منشا تین اہم اسباق کی تعلیم اور توجیہ سے متعلق ہے۔ یہ زندگی کے بنیادی امور ہیں اور ان کی تفہیم خود زندگی کے واقعات سے فرمائی گئی ہے۔

وَالضُّحٰی — دن کی ابتدا دھوپ کے چڑھنے سے اور اس کی تکمیل رات کے چھا جانے سے ہوتی ہے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی — حیاتِ انسانی کا مقصود بھی اسیطرح ابتدائی حالات سے سبق حاصل کر کے اعمال و افعال کے اصول اور تجربہ سے مربوط ہونے کے بعد انتہائے کمال کو پہنچتا ہے۔

دن کے آغاز سے سعی و کوشش کا دور دورہ ہوتا ہے۔ دن کے اختتام اور رات کی آمد پر کام کی تکمیل کے ساتھ حصول مقصد کا اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ دماغ کو چین اور راحت حاصل ہوتے ہیں اور مسرت کا جام آرام کی نیند سے آخرکار لبریز ہو جاتا ہے۔

رسولؐ کی تسکین — اس غم اور صدمہ کے مدنظر جو مذکورۂ بالا صورت حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری تھے، اطمینان عطا فرمایا گیا کہ

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی (۱) تیرے رب نے تجھ کو چھوڑا نہیں ہے اور نہ وہ تجھ سے رنجیدہ ہے

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی (۲) یہ حقیقت ہے کہ تیرا مستقبل تیرے ماضی اور حال سے بہت زیادہ شاندار رہے گا۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی (۳) تجھ پر وہ انعام و اکرام فرمائے جائیں گے کہ ہر طرح راضی اور خوش ہو جائے گا۔

مندرجۂ ذیل مدلل طریقہ سے ماضی سے بحث، حال کا انکشاف اور مستقبل کی نسبت ہدایت فرمائی گئی ہے :-

	ماضی کے متعلق ارشاد ہے	حال کے متعلق ارشاد ہے	مستقبل کے متعلق ارشاد ہے
ماضی کی تاریخ حال اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰی کا تذکرہ مستقبل کا فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ لائحہ عمل۔	(۱) تو یتیم تھا؛ آنحضرت صلعم ابھی بطن مادری میں تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے (۶) سال کی عمر پائی نہ تھی کہ والدہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔	(۱) تیری پرورش کا سامان کیا گیا؛ والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کے دادا عبد المطلب کرتے رہے جب آپ کی عمر (۸) سال کی تھی تو وہ بھی انتقال کر گئے اور آپ کی پرورش کا ذمہ آپ کے چچا ابو طالب نے لیا۔	لہذا (۱) اپنی یتیمی کے حالات پیش نظر رکھ کر تجھ کو چاہیے کہ یتیموں کی خبر گیری کرے اور انہیں ظلم و ناانصافی سے بچائے۔
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ	(۲) تو بھٹک رہا تھا اور طالب ہدایت تھا آنحضرت صلعم کو دنیاوی	(۲) تیری رہنمائی کی گئی: ضابطۂ دین و دنیا	لہذا (۲) اپنی سرگردانی اور طلب کو پیش نظر رکھ کر

لحاظ سے کوئی اطمینان
نہ تھا۔ قوم کے رسوم
ناپسندیدہ تھے۔
مسائل پیچیدہ تھے۔
حل کی دریافت میں
دماغی پریشان حالی
تھی۔ راہ مستقیم کی طلب
تھی اور رات دن
اسی کی جستجو۔

سے آگہی بخشی گئی۔ خود
کے لئے علم مہیا کیا گیا
اور دنیا کی تعلیم کی راہیں
تبلائی گئیں۔ مکمل ایمان
اور واضح عمل کے قواعد
سے سرفراز ہوئے

تجھ کو چاہیئے کہ سائل
اپنی طلب لیکر آئے
تو اسکو جھڑکا نہ جائے
بلکہ اسکی امداد رہنمائی
کیجائے۔ ہر فرد اور
ہر قوم کی ایک طلب
ہوتی ہے۔ اسکا بہترین
حل مہیا کیا جائے (جو
سیرۃ نبوی اور اسوۂ
حسنہ ہے)

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ۝
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

(۳) تو تنگ دست تھا؛
آنحضرت صلعم نے اپنے
باپ سے صرف ایک
اونٹ اور ایک غلام ورثہ
میں پایا تھا۔ کبھی دادا نے
پرورش کی تو کبھی چچا نے
عمر کچھ بڑھی تو جانوروں
کی رکھوالی کی اور قوت
بسری کا سامان مہیا
کیا گیا۔ تجارتی کاروبار
کے ضمن میں امانت اختیار

(۳) تجھے غنی کر دیا گیا؛
جس نے تجارت میں ملازم
رکھا تھا اور جس نے ایمانداری
اور محنت سے خوش ہو کر نکاح
کی درخواست دی
نکاح کیا ہوا دولت
ہاتھ آئی اور تنگدستی
سے نجات حاصل ہوئی
لیکن اس سے کہیں بڑھ کر
اللہ نے طبیعت میں
وہ غنا کا وصف عطا

لہذا (۳) ہر حال میں اپنے
رب کی نعمتوں اور
احسانات کو پیش نظر
رکھ کر تجھ کو چاہیئے کہ
اسکا شکریہ زبان سے
افعال سے قوت
ایمان سے طاقت
عمل سے ادا کر نیکی
سعی کرتا رہے۔

کرنی پڑی دور دور کی	فرمایا جس نے ساری
مسافت پیش آئی ۔	دنیا سے مستغنی کردیا۔
علاوہ ازیں دیگر تکالیف	رسالت کی دولت
اور مصائب کا انبار	سے بڑھ کر بھی کیا کوئی
تھا۔ مخالفین نے	دولت ہوسکتی ہے۔؟
ہر طرح تنگ کیا۔	

درسِ عمل

خدا اپنی مخلوق کی معاشی زندگی کا ذمہ دار ہے ۔ وہ پرورش کرنے والا ہے ۔ ہمارے لاکھوں اسکیمات ناقص، اس کا ایک اشادہ مکمل ہوتا ہے ۔ ہم کبھی پنجسالہ منصوبے کرتے ہیں کبھی دہ سالہ۔ کبھی آبپاشی کی اسکیم ہے تو کبھی برقابی ۔ پھر اس منصوبہ پر بھی غور کیا جائے جو کروڑہا سال سے نافذ و جاری ہے جس کی بارش اور برق کبھی ناکام نہیں رہے ۔

مسلمانوں کو بہرحال منصوبے مرتب کرنا چاہیئے ۔ اُنہیں بہ مقابلہ اوروں کے زیادہ جدوجہد زیادہ معلومات کے حصول اور زیادہ تحقیق و تدقیق کی حاجت ہے لیکن پیش نظر اپنی بڑھائی نہ ہو بلکہ خداوندی انعام و اکرام کی دریافت تاکہ عبدیت کا جذبہ زیادہ موثر و مضبوط ہوجائے ۔

تجسّس و تحقیق، ایجاد و اختراع خصوصیات اسلامی ہیں ۔ ہر نبی متلاشی حق رہا ہے ۔ اور ہر وہ عارف جس نے ڈھونڈا پایا ہے ۔

تلاش محض خزائن ارضی یا تحقیق محض اسلحہ آتشیں وغیرہ کی حد تک محدود نہ ہونی چاہیئے، فلک ہائے روحانی پر بھی اس کی پرواز کی سعی کیجانی چاہیئے ۔ ایسی تلاش اسقدر عنایات الٰہی کے نزول کی باعث ہوگی جس کی متحمل شاید ہی یہ جسد انسانی ہوسکے ۔ بہرحال مفاد پر مفاد، لذّت پر لذّت، حیات پر حیات حاصل ہوسکیں گے ۔ اور ایک ایسا سلسلہ قائم ہوسکیگا جو سُرورِ جاودانی کا باعث ہوگا۔

مسلمان اپنے آپ کو کبھی تنہا نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کمزور اور مادی اعتبار سے نہایت مفلس ہو لیکن وعدۂ حق سچا اور اٹل ہے۔

علاوہ ازیں خداوند کریم کے انعام و اکرام کی تشہیر اور اپنے حقائق و مطالبات کی کافی نشر و اشاعت کرنی چاہیئے۔ ایسے مساعی اس کے ارادوں کو پختہ اور اس کے مقاصد کے حصول میں ہر طرح ممد و معاون ہوں گے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝	کیا ہم نے نہیں کشادہ کیا تیرے لئے تیرا سینہ
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝	اور اتار دیا ہم نے تجھ پر سے تیرا بوجھ
الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝	جس نے توڑ رکھی تھی تیری کمر
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝	اور بلند کیا ہم نے تیرے لئے تیرا تذکرہ
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝	سو بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝	بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝	پس جب تو فارغ ہو تو محنت کر
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝	اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر

خلاصہ

جو صورت دین کی ہے ویسے ہی مماثل صورت دنیا کی ہے:

(۱) دنیا میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کا ناطقہ تنگ کر دیا جاتا ہے

(۲) ان پر ہر قسم کا دباؤ ڈالا جاتا ہے

(۳) حتیٰ کہ بوجھ ناقابل برداشت ہوجاتا ہے اور پیٹھ جھک جاتی ہے

اگر راہ الٰہی کا نقشہ (پلان) سامنے ہو اور حسبہٗ میدان کارزار میں عمل آوری ہو تو

(۱) محاذ کی تنگی باقی نہ رہے گی۔ پیش قدمی کا سامان پیدا ہوجائے گا۔

(۲) دباؤ کم ہوجائے گا اور مخالف قوتیں کمزور پڑنے لگیں گی۔

(۳) حتیٰ کہ مشکل آسان ہوجائے گی اور فتح و کامرانی جو میں موجود

اس موقع کامیابی پر نگرانی رکھی جانی چاہیئے کہ کہیں وہی تمرد ہمارے سر سوار نہ ہو جائے جو ہمارے مخالفین پر سوار تھا۔

" " پر کوشش کرنی چاہیئے کہ ایام فتح میں اللہ کی طرف ہی ہر چیز رجوع کر دی جائے تاکہ فتحمندی کی خوشی کے ساتھ شفاف دل کی نورانی چمک ہمارے احیاء کی باعث ہو۔

تمہید

دل کی صفائی اور جسم کی توانائی عزت و وقار کی بلندی کے ضامن ہیں، سب سے زیادہ اہم چیز نیت کی اچھائی ہے۔ جس قدر نیت نیک ہوگی اور دل شفاف اوسی قدر آنکھیں روشن ہونگی اور چہرہ پر رونق، جب آہستہ آہستہ دل دُھلتا جائے اور آخرش صاف اور شفاف ہو جائے تو جسم کی جکڑ بندیاں اور قوی کی کمزوریاں بھی دور ہو جائے گی، دل ہلکا تو جسم کا بوجھ ہلکا ہوگا اور جو چیز ہلکی پھلکی ہوتی ہے وہ رفعت کی جانب رجوع ہوتی ہے۔

قلبی کدورت اور جسمانی کمزوری سے مشکلات رونما ہوتے اور مصائب ہمت شکن بنجاتے ہیں لیکن کدورت کی جگہ صفائی لے لے، اور کمزوری کی جگہ توانائی تو دو امور کی تکمیل واضح ہو جاتی ہے۔

اولاً شکرانہ کے طور پر عبادت میں جُھک جانا

ثانیاً اپنے آپ کو پوری طرح سے اپنے رب کی طرف رجوع کر لینا۔

بے چینی کے وجوہ

تین امور تھے جن سے بے چینی کا سامنا تھا۔

(۱) سینہ میں گرفت اور دل میں تشویش

(۲) فرائض کا بوجھ اور اسکی وجہ سے انتہا درجہ کی فکر

(۳) تعلیم و تبلیغ میں وسعت کی ضرورت

بے چینی کا علاج

تین انعامات کا منجانب اللہ نزول ہوا

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۱) سینہ کھول دیا گیا۔ دل شفاف کر دیا گیا اور آئینۂ دل

میں حقائق رونما ہو گئے۔

وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ — (۲) بوجھ اتار دیا گیا وہ بوجھ جو کمر توڑ رہا تھا اور ناقابل برداشت معلوم ہو رہا تھا۔ اب جسم میں توانائی آگئی اور فرائض کی تکمیل کے ساتھ طبیعت ہلکی پھلکی ہونے لگی۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ — (۳) وسعت عطا ہوئی۔ تبلیغ کامیاب رہی۔ رسالت کا تذکرہ عام ہوا۔ اسلام کا آوازہ بلند ہوا

تین حقائق

تین حقائق کا انکشاف ہوا:

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا — (۱) یہ کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ ہراسانی اور تشویش نہ ہونی چاہیئے۔

(۲) یہ کہ بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ اذیت اور تکلیف سے گھبرانا نہ چاہیئے

(۳) یہ کہ دنیا میں اسلام کے چرچے ہونے لگے ہیں۔ اس نئی تعلیم کی حقیقت واضح ہونے لگی ہے اور اسکی سچائی سب پر ظاہر ہو رہی ہے۔

تین حقائق

ان حالات میں تین فرائض عائد ہوتے ہیں:

(الف) باعتبار ایمان و عمل:

خدا کی عبادت

اس کی اطاعت

اسکا شکر ادا کرنے کی دوامی ضرورت

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ — (ب) باعتبار احسان:

خدا کی جانب دل لگانا

اپنے کو اوس میں کھو دینا
دن میں اس کا خیال رکھنا اور رات میں اس کا
جلوہ ڈھونڈنا

درس عمل

کبھی دنیاوی اعتبار سے صدیوں کی زنجیر غلامی کسی اسلامی جماعت یا عام مسلمانوں کے گردن پر پڑی ہوتی ہے لیکن جب خدا کو منظور ہوتا ہے تو کڑیاں کھولدی جاتی ہیں، زنجیر ٹوٹ پڑتی ہے، بوجھ اتر جاتا ہے اور جھکی پیٹھ پھر سیدھی اور مضبوط ہو جاتی ہے محکوم ہستی خود مختاری حاصل کرلیتی ہے۔ مسلمانوں کی ایک نئی طاقت سے ایک جدید سلطنت کی بنیاد پڑتی ہے اور دینی اعتبار سے عرفان کا ایک نیا دروازہ کھل جاتا ہے اور شریعت کے احکام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس طرح اسلامی مذاکرات بہ بانگ دہل نشر ہونے لگتے ہیں۔

آزادی کا دور بہ یک وقت مکمل نہیں ہوتا۔ کچھ مشکل آسان ہوئی ابھی مشکلات آگے موجود پائی جاتی ہیں۔ ایک مملکت کا احیا کافی نہیں ہے اور بھی مراحل طے شدنی ہیں ابھی کروڑہا مسلمانان ہیں جن کی مشکل آسان ہونی ہے

یہ مشکلات بھی آسان ہوں گی اور یقیناً ہوں گی بشرطیکہ حسب ہدایات ربانی محنت و کوشش کیجائے اور اللہ کی طرف رغبت ہو۔

سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ○	قسم ہے التین والزیتوں کی
وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ○	اور طور سینین کی
وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ○	اور اس امن والے شہر کی
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○	یقیناً بنایا ہم نے انسان کو احسن ترکیب پر
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ○	پھر پھیر دیا ہم نے اسکو سب سے نیچے
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے سو اُن کے لئے ہے
فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ○	ثواب بے انتہا۔
فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ○	پس کون چیز تجھ کو روزِ انصاف کی نسبت جھٹلا سکتی ہے۔
ع اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ○	کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھکر حاکم نہیں ہے

خلاصہ

اسلامی تعلیم ہر زمانہ میں خدا کے منتخبہ پیغمبر کے ذریعہ سے انسانی رہنمائی کے لئے دیجاتی رہی یہ گمراہ انسان ہی تھا جو بار بار بھول میں مبتلا اور سرکشی کا مرتکب ہوتا رہا۔

اسلامی تعلیم کی ایک حقیقت یہ ہے کہ انسانی تخلیق بہترین عناصر اور قوتوں سے ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا۔

انسانی کردار اور عمل، اگر منافیٔ احکام اسلامی ہوں تو باوجود اس کے بہترین تخلیق کے اسکو اسفل السافلین بنا دیتے ہیں۔

اگر انسان احکام اسلامیہ کا پابند رہے تو اس کے عطا شدہ درجہ کے مطابق اس کی سرفرازی ہوگی

اعمال کی مناسبت سے بدلہ ہوگا۔
اللہ چونکہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ اب اور آئندہ عدل اور انصاف پورا پورا کرے گا۔

تمہید

انسان کی تخلیق حالت گناہ میں نہیں ہوی اور نہ ہی اس کے اجزائے ترکیبی میں نیکی اور بدی لازماً مشترک ہیں۔ انسان یدِ الٰہی کی بہترین پیداوار ہے اور اس میں اس امر کی صلاحیت ہے کہ اپنے خالق کی عظمت اور شان کا ثبوت مہیا کرسکے۔ انسان پر اس کا لزوم عائد ہے کہ اپنی اس عظیم الشان تخلیق کے مدنظر اپنی زندگی کو اس کے اعلیٰ معیار پر قائم رکھے، اپنی رہبری اور رہنمائی کے لئے ان عظیم المرتبت انبیاعلیہم السلام کے حالات پیش نظر رہیں جو ادوار مختلفہ میں تعلیمات الٰہی کے بہترین معلم رہے ہیں اور انہیں تعلیمات کے تحت اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو سنوارنے کی فکر وسعی کرے۔

چار دور آخرین واقعات	اس سورۂ مبارکہ میں (۴) بڑے دَور آخرین واقعات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔
وَالتِّيْنِ	(۱) "تین" سے مراد "طورسینا" یا کوہ جودی ہے جہاں حضرت نوحؑ نے طوفان کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔
وَالزَّيْتُوْنِ	(۲) "زیتون" سے مراد "طور زیتا" یا "شام" ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ کا ظہور عمل میں آیا۔
وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ	(۳) "سینین" سے مراد "طورسینا" ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔
وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ	(۴) "بلد امین" سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلعم مبعوث فرمائے گئے۔

یہ چار عظیم تر منازل ہیں جہاں سے دینی اور دنیاوی اصلاح کا آغاز وارتقا ہوا۔
حضرت نوحؑ کی تعلیمات اون کے زمانہ کی مناسبت سے تھیں۔
حضرت موسیٰؑ کی توریت زیادہ وسعت کی حامل تھی۔
حضرت عیسیٰؑ کی اصل انجیل، توریت کی تعلیمات کے از سر نو احیا کے طور پر نازل فرمائی گئی اور آخر کار ان کے صحیح نشان شاید اب باقی نہیں رہے۔
جب معاملات دین و دنیا ایک معیارِ قائمہ پر پہونچ گئے، حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ایسا ضابطہ سرفراز فرمایا گیا جو انسان کی دوامًا رہبری کر سکے، جسکے مندرجۂ ذیل اصول و قوانین اس کے ہر شعبہ کی ہر نوعیت اور ہر کیفیت پر حاوی تھے اور جس کا نام قرآن مجید قرار دیا گیا۔

ان سب انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا ایک موضوع

ان سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی تعلیم کا درس ایک ہی موضوع تھا اور وہ یہ کہ:-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِیۡ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(۱) انسان ایک بہترین تخلیق ہے۔
(۲) اس کی بناوٹ کا جزو اولیں تقوم یا تعدیل ہے
(۳) ظاہری اور باطنی ہر دو اعتبار سے اس کی ہیئت اشرف المخلوقات کی ہے، اس کی صلاحتیں بے نظیر ہیں اور خدائے کریم کے بے شمار کرمفرمائیوں کا حامل ہے
لیکن انسان جب اپنی حقیقت کو فراموش کرجاتا ہے اور ایمان میں فتور پیدا کرلیتا ہے اور اعمال صالح سے روگردانی

انسان کی معصیت اور افساد — اختیار کرتا ہے تو اس میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ اپنے اعلیٰ اور ارفع پیدائشی مقام سے گر کر بدترین مخلوق ہو جائے

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ — اور اسفل سافلین کہلانے کا مستوجب ہو

یہی کیفیت ان اقوام کی رہی جو اپنے انبیا کی تعلیم سے گریز کرکے صحیفہ ہائے ربانی میں تحریف و ترمیم کے مرتکب ہوئے۔

مایوسی کی پھر بھی کوئی وجہ نہیں — اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ — لیکن اس حالت میں بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں اگر توبہ و استغفار کے ساتھ

(۱) اسلامی تعلیمات کے تحت ایمان پر قائم ہو جائیں اور

(۲) ” ” اعمال نیک کی جانب رجوع ہو جائیں

وہ اس حالت میں بے انتہا اجر کے مستحق تو ہو جائیں گے اور بےشمار فیضانِ الٰہی سے متمتع۔

فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ — اسی سرفرازی کا نام عدل و انصاف ہے۔ جس کے آخر وقوع کی تکذیب ممکن نہیں۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ — حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی سب حاکموں کا حاکم ہے۔ اوسی سے سب امور تشکل ہوئے ہیں اور اوسی پر سب کا رنامے منتہی؛ اسی کا اقتدار سب پر جاری و ساری ہے۔

درسِ عمل

مسلمانوں کو اپنی اصلیت پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے:

تخلیق کے اعتبار سے وہ بہتر قوتوں اور صلاحیتوں کے حامل ہیں

اگر مسلمان ان صلاحیتوں کو ہمیشہ اجاگر رکھیں اور بلحاظ احکام الہٰی دنیا کے ہر شعبہ سے استفادہ کرتے جائیں تو بحالت موجودہ بھی کامرانی حاصل ہوگی اور آخر نتیجہ بھی شاندار ہوگا۔

لیکن اگر انہوں نے تساہل برتا اور اپنی فطری جوہر کے باوجود اپنی زندگی کو آلودہ، اپنے ایمان کو کمزور اور اپنے اعمال کو ناپسندیدہ کرلیا تو پھر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ وہ نیچے سے نیچے گرا دیئے جائیں گے تاآنکہ وہ توبہ و استغفار سے پھر اپنے مقام کو حاصل کرنیکی سب حاکموں کے حاکم سے بصد عجز و انکسار، التجا نہ کریں۔

سُوۡرَةُ الۡعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسۡعَ عَشۡرَةَ اٰيَةً

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِيۡ خَلَقَ ○	پڑھ اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے بنایا
خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ○	بنایا انسان کو خون کے لوتھڑے سے
اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ○	پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا اکرم ہے
الَّذِيۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ○	جس نے تعلیم دی قلم سے
عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ○	تعلیم دی انسان کو اس کی جو وہ نہیں جانتا تھا
كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰۤى ○	نہیں نہیں! انسان حد سے متجاوز ہو جاتا ہے
اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ○	اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰى ○	بیشک تجھے اپنے پروردگار پاس لوٹ کر جانا ہے
اَرَاَيۡتَ الَّذِيۡ يَنۡهٰى ○	کیا تو نے دیکھا اسکو جو منع کرتا ہے
عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى ○	ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے
اَرَاَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰۤى ○	دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہے!
اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ○	یا ہدایت دیتا ہے پرہیزگاری کی!
اَرَاَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○	بھلا دیکھ وہ جھٹلاتا ہے اور منہ موڑتا ہے
اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ○	کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے
كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ○	نہیں نہیں! اگر یہ باز نہ آئیگا تو ہم گھسیٹیں گے بال پکڑ کر
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ○	بال جھوٹے اور خطاوار
فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ○	پس بلا لے اپنے ہم جلیسوں کو
سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ○	ہم بھی بلاتے ہیں دوزخ کے پیادوں کو

کَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ع نہیں نہیں مت مان اسکا کہنا ! سجدہ کر اور قرب حاصل کر

خلاصہ

تعلیم ہر انسان کے لئے ضروری ہے ۔لیکن تعلیم کا آغاز اللہ کے نام سے ہونا چاہیئے ۔

اولاً : تعلیم دو امور پر مبنی ہونی چاہیئے :

(۱) یہ کہ خدا سب کا پیدا کرنے والا ہے ، سب چیزوں کا علم رکھنے والا اور بڑا کرم کرنے والا ہے ۔

(۲) یہ کہ بندہ کی پیدائش کے مبادیات گو حقیر ہیں لیکن اللہ کا فضل اُس پر ہے اور اس حصول علم کے لامتناہی مواقع عطا فرمائے گئے ہیں ۔ البتہ اس کو اس کا احساس ہونا چاہیئے کہ حصول تعلیم سے وہ کریم کے کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ۔

ثانیاً : تعلیم حسب ذیل حقائق پر مشتمل ہونی چاہیئے :

(۱) یہ کہ چاہے کتنا ہی علم حاصل ہو ، کتنی ہی دریافت وتحقیق کیجائے انسان کو آخر کار وہیں لوٹنا ہے جہاں سے علم کا سرچشمہ نکلتا ہے ۔

(۲) حصول علم وعمل بالعلم کے دوران میں رکاوٹیں ہونگی ، دقتیں پیش آئیں گی اسی قوتوں سے دوچار ہونا پڑے گا جو ہر طرح پریشان کرنا چاہے گی ۔

(۳) لیکن اگر متعلم اپنے حصولِ مقصد میں مستقل مزاج ہو اور اپنے معلم پر پورا ایقان رکھے تو مخالفت کا عنصر شکست خوردہ اور رسوا ہوگا ۔

آخر کار جو علم دنیاوی تحقیق کے ساتھ اسلامی اخلاقیات کو مربوط کئے ہوئے ہو ، جسکا منشاء قرب خداوندی کا حصول ہو وہی ان تمام قوتوں پر فتح و کامرانی حاصل کرے گا جو محض دنیاوی ضروریات اور اقتدارات کے لئے کارفرما ہوں ۔

تمہید

فن تعلیم کے چند مقررہ اصول ہیں۔ سرچشمۂ علم سے کسی مناسب ذریعہ اور توسط سے متعلم کو علم سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ حقیقی تعلیم کا سرچشمہ عالم جزو کل ہے۔ ذرائع تعلیم مختلف صلاحیتوں کے مختلف ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم بحیثیت رسول، ذریعہ وحی ہوئی۔

تعلیم تقریری بھی ہوسکتی ہے، تحریری بھی۔ اولین شرائط تعلیم یہ ہیں:۔

(۱) معلم علم کا دھنی ہو۔

(۲) اس کا فیضان کسی حد سے محدود نہ ہو۔

(۳) متعلم کا ارادہ پختہ اور اعتقاد صحیح ہو۔

(۴) ادھوری تعلیم حاصل کرکے متعلم کو آپے سے باہر نہ ہونا چاہیئے اور اپنے اور اپنے معلم کے حدود وآداب وتکریم کو فراموش کرنا چاہیئے۔

(۵) علم کے ساتھ عمل کا ہونا ضروری ہے۔

(۶) مخالف اثرات کی پروا نہ ہونی چاہیئے۔

تقرر معلم

آنحضرت صلعم اُمّی تھے۔ اب ظاہر طور پر منصب رسالت پر فائز فرمائے جارہے تھے۔ وقت آگیا تھا کہ حقیقی تعلیم میں وسعت بخشی جائے۔ حضرت جبرئیلؑ کو مقرر فرمایا گیا کہ باضابطہ تعلیم کی ابتدا ہو۔

رسولؐ کی ابتدائی تعلیم اور اسکا نصاب

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ آنحضرت صلعم کو پڑھنے کے لئے فرمایا گیا۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ کس طرح پڑھ سکتا ہوں۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ پڑھنا آسکتا ہے۔ حصولِ تعلیم کے طریقے ہیں:۔

(۱) خدا کا نام لے کر پڑھنا شروع کرنا چاہیئے۔ جس

خدا نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہ انسان کو تعلیم سے بہرہ ور بھی کر سکتا ہے۔ یہ اس کی مرضی و منشاء پر موقوف ہے کہ جس قسم کی تعلیم وہ چاہے اور جس حد تک وہ مناسب سمجھے دے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۲

(۲) ظاہر ہے کہ جس کو پڑھایا جا رہا ہے وہ بے بس انسان ہے، نہایت حقیر اور محض خون کے لوتھڑے سے تخلیق پایا ہوا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۳

(۳) یہ بھی حقیقت ہے کہ جو پڑھنے کا حکم فرما رہا ہے وہ سب سے بڑا طاقت والا ہے، کریم ایسا کہ جسکے فیض رسانی میں بخل کو دخل نہیں ہے۔ اس کے پاس کسی علم کی کمی نہیں ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۴

(۴) تعلیم، قلم کے ذریعہ سے تحریری اور کتابی نوعیت اختیار کر سکتی ہے اور تقریری طریق پر بھی دی جا سکتی ہے۔ متعلم کو وہ چیزیں سکھلائی جاتی ہیں جن کا اسکو علم نہ تھا

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۷

(۵) دورانِ تعلیم میں عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ متعلم جب کچھ سیکھ لیتا ہے تو اپنے خامئ طبع کی وجہ سے یہ فرض کر لیتا ہے کہ میں نے سب کچھ حاصل کر لیا اور پھر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۸

(۶) یہ امر قابلِ فراموشی نہیں کہ چاہے تعلیم کتنی ہی حاصل کی جائے معلمِ حقیقی کا سرچشمہ لبریز ہی رہتا ہے ہر متعلم کو معلم ہی کی طرف تکراراً رجوع ہونا ہوتا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۗ

(۷) اکثر و بیشتر متعلم کو مخالف اثرات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے کہ

(الف) متعلم کو ایک ضروری رکن تعلیم یعنی نماز سے منع کرتا ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى

(ب) یہ نہیں خیال کرتا کہ جس کو وہ منع کر رہا ہے وہ ایک تو ہدایت سے سرفراز فرمایا جا چکا ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ

(ج) یہ نہیں سوچتا کہ اس طرح منع کرنے سے خود وہ ایک تو حقیقت ایزدی کو جھٹلا رہا ہے۔ دوسرے احکام ربانی سے عملاً روگردانی کر رہا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۗ

(۸) مخالف اگر اپنے حرکات سے باز نہیں آئے گا تو (چونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے) وہ اپنے پیشانی کے بال سے، جو جھوٹ اور گناہ سے آلودہ ہیں گھسیٹا جائے گا۔

كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ

اگر وہ اپنی گمراہ جماعت کی حمایت طلب کرے تو دوسری جانب سے عذاب کے فرشتے کارگذار ہوں گے اور نتیجتہً اس کو ذلت اور رسوائی اٹھانی پڑے گی۔

(۹) لہٰذا تعلیم پانے والے کو حکم دیا جاتا ہے کہ منع کرنے والوں کی پروا نہ کرے

نصاب تعلیم کی تکمیل کرتے ہوئے تقرب
الٰہی کو پیش نظر رکھ کر جو تعلیم کا حقیقی
نصب العین ہے، اپنی تعلیم کی فکر
اور عمل کی کوشش میں منہمک رہے۔

درسِ عمل

مسلمانوں کو بطور خاص حکم ہے کہ حصولِ علم کی جانب پوری طور پر متوجہ ہوں۔
یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اسلام کا آغاز حصول علم سے ہوا۔ آنحضرت صلعم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ "اقراء" پر مشتمل تھی۔
علم کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ یہ بالکل غلط تصور ہے کہ تعلیم محض مخصوص شعبہ جات کی حد تک محدود رہنا چاہیئے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جہاں سے جو علم حاصل کیا جا سکتا ہے حاصل کرنا چاہیئے۔
علم کی تلاش ہر چیز سے متعلق ہونی چاہیئے اور ہر امر میں تحقیق و تدقیق ہونی چاہیئے سچا مسلمان نہ سائنسی اور میکانکی معلومات میں کسی اور سے پیچھے رہ سکتا ہے اور نہ دینی اور روحی ارتقا میں جتنے زیادہ سائنسی معلومات حاصل ہوں گے اتنا ہی زیادہ خدا کی قدرت کا انکشاف ہوگا۔
علم کا اہم ترین جزء عمل ہے۔ جس نے عمل کی جانب توجہ نہیں کی وہ جاہلِ محض ہی رہا۔

سُورَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○	بے شک ہمنے اتارا اس کو شب قدر میں
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○	اور تجھ کو کچھ معلوم ہے کہ یہ کیا ہے شب قدر
لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○	شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ	اُترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے
رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ ۛ	پروردگار کے حکم سے، ہر کام پر سلام وامان،
هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○	وہ طلوع فجر تک ہے

ع ۱ ۲۲

خلاصہ

ہر ملک یا قوم کے لئے کوئی یادگاری دن ہوتا ہے۔ کوئی جشن "نوروز" مناتے ہیں تو کوئی تقریب "سال نو" کوئی خود مختاری کے تعلق سے کسی مقررہ دن پر خوشیاں مناتے ہیں تو کوئی کسی عظیم تر ہستی کی پیدایش کی نسبت سے عید کا سامان کرتے ہیں۔

بہر حال ایسا دن تجدید تصور اور تازگی بخش واقعہ متعلقہ کا دن ہوتا ہے اور اسکو بڑی اہمیت دیجاتی ہے۔

اس سورہ میں ایک ایسی ہی عظیم الشان شب کا ذکر فرمایا گیا ہے

اوّل: تو یہ شب ایسے مہینہ میں واقع ہوتی ہے جو روزہ اور نماز تسبیح اور تزکیہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ کی ان خصوصیات سے جسمانی کدورت دور اور دماغی صلاحیتیں اجاگر اور روحانی کیفیات طاری ہونے کے قوی امکانات ہیں۔

دوسرے اس شب میں ایک ایسے ضابطۂ حیات کی تکرار ہوتی ہے اور ایک ایسے دستور العمل

خیر و برکت کا نزول جس سے انسانی حیات کی تجدیدی مظاہرے ہوتے ہیں۔
کم و بیش ہر سال خسوف و کسوف کا عمل ہوتا ہے۔ ہر سال ستاروں اور سیاروں کا ایک خاص محل وقوع اور ایک خاص اجتماع ہوتا ہے جن کے وجوہ و عمل سے ہم تا حال بہت کم واقف ہیں۔
اسی طرح ہر سال اِس شب میں خاص قوانین، خاص اثرات، خصوصی جاذبیت کار فرما ہوتی ہے۔
اور رات تمام کار فرما رہتی ہے جس کا اثر ان قلوب پر نہایت درجہ واضح ہوتا ہے جو ان اثرات کو قبول کرنے کی بدرجۂ اتم صلاحیت رکھتے ہوں۔
بہر کیف یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ انسانی حیات کی یہ شب امن و سکون اور لذت و حلاوت کی شب ہے۔ جس کسی نے اس کا لطف اُٹھایا اور برکات نازلہ سے بہرہ اندوز ہوا اوسکی قدر و قیمت کا اندازہ ناممکن ہے۔

تمہید

اندھیرے میں روشنی پیدا کرنا سال بھر کے زنگ کو دور کر کے قلوب کو شفاف کرنا زندگی کو تازہ قوت حیات عطا کرنا مبداءِ فیوض سے نئی روح کا فضیاب ہونا یہ سب امور تجدید فیضان اور ازدیاد قدر کے سلسلہ میں بالالتزام سالانہ دُہرائے جاتے ہیں۔
اعادۂ حیات کے اس راز سے آگاہ کیا جا کر اس کے جستجو کی آرزو پیدا کی جاتی ہے۔ رمضان کا مہینہ جسم کی پاکی دل کی صفائی اور دماغ کی تسکین کا مہینہ ہے خدا کی تسبیح ضابطۂ خداوندی کا اعادہ، احکامِ الٰہی کی تعمیل سب اسی نقطۂ قدر سے شروع اور اسی نقطۂ قدر پر منتہی ہوتے ہیں اور یہ ایسا نقطہ ہے جو زمانہ کے اعتبار سے تا قیامت جاری ہے اور نوعیت کے لحاظ سے مقربان دربار ربّ العزت کی مدد سے بہرہ ور ہے اور میدانِ عمل کے نظرِ بد سے ہر کار خیر پر حاوی ہے
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ شب قدر اس لحاظ سے ہر طرح لائق قدر ہے کہ اس شب

میں وہ چیزیں اُتریں اور اُترتی جاتی ہیں جن کا تعلق انسانی فلاح سے ہمیشہ کے لئے وابستہ ہے۔

اس کارخانۂ قضا و قدر کی ابتدا، معلوم ہوتا ہے کہ اسی شب میں ہوئی اور دین و دنیا سے متعلق جتنے بڑے اور اہم امور ہیں سب کا وقوع اسی شب میں ہوا اور ہوتا جاتا ہے۔

شب قدر کی خصوصیات

تفصیل ان امور کی مالک الملک ہی جانے۔ قرآن شریف کے نزول کی اولین وحی کی آمد کو شب قدر سے متعلق کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ امور اہم ترین امور اسلامی سے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ

اِسی شب میں بحکم ربانی فرشتے اُترتے ہیں، "روح" اترتے ہیں۔ اور ہر کام کی ابتدا کرتے ہیں جس کا حکم رب اعلیٰ نے فرمایا ہے۔ تخلیق کی یہی شب ہے، عطائے ایمان کی یہی شب ہے، انتظام دین و دنیا کی یہی شب ہے، تنظیم حیات کی بھی شب ہے۔ دُنیا پر مخلوقِ آسمانی کے نازل ہونے کی یہی شب ہے اور یہ سب امور کسی اور چیز سے متعلق نہیں سوائے اسکے کہ قیام امن و امان کی یہ شب ہے

جتنا بھی فرمایا گیا اور جتنا کچھ اس فرمانے میں مضمر ہے وہ سب دلالت اس امر پر کرتا ہے کہ سال تمام میں اس شب سے زیادہ متبرک اور کارآمد کوئی شب نہیں۔

اس کو بعض واقعات کی حد تک ہی محصور نہ کر لینا چاہئے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان تمام امور کی تفصیل یا صراحت بیان ہو سکے کے لئے فرشتے اور "روح" بحکم الہٰی اُترتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان صلاحیتوں کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ
نے انسانی ذہن و دماغ کو عطا فرمایا ہے، انسان کی حد
تک ایسے اُمور دریافت ہوتے رہیں گے جنھیں انسانی تحقیق
"جدید انکشافات" کا نام دے گی لیکن انسان، انسان
ہی ہے اور اپنے سارے مساعی کے باوجود اُس کے
حیطۂ درک سے خارج بعض امور ہیں جو رموز ہی رہیں گے۔
انسانی دماغ کی رسائی ان تک پُہنچ نہ سکے گی۔
لہذا اس خصوص میں قیاسات کی دوڑ کے سوا اور کوئی مفید نتیجہ برآمد
نہیں ہوسکتا۔

امور متعلقہ شب قدر

شب قدر کا تعلق چونکہ تخلیق، تنظیم، تاسیس اور تجزیہ سے ہے
اور چونکہ اس شب کے کاروبار انسان کے علاوہ دیگر مخلوق
آسمانی سے بھی متعلق ہیں لہذا اُن کی کما حقہ وضاحت
انسانی دماغ سے بالا و برتر ہے
بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ:۔
(۱) اس شب کی قدر و منزلت، عظمت اور اہمیت، زمانہ
کے اعتبار سے، جمیع اقوام کے سالہا سال کی کارکردگی
سے بھی بڑھ کر ہے۔
(۲) اس شب میں وہ چیز اتاری گئی جو منشائے تخلیق کی تکمیل
کی موجب ہے۔
(۳) اس شب میں وہ فرشتے اور "روح" اُترتے ہیں جن کے
سپرد احکام الٰہی کی فوری تعمیل ہے۔

(۴) اس شب میں ان فرشتوں اور "روح" کا اترنا ہی کارِ خیر سے متعلق ہے

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۵) " " کی خصوصیت اولیٰ امن و امان ہے

(۶) " " کے کاروبار و فیضان کا سلسلہ طلوع فجر تک ہے۔

درسِ عمل

مسلمان زنگ آلود نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہمیشہ لکیر کا فقیر بنا نہیں رہ سکتا۔ اسلام میں وہ قوتیں ہیں جو مسلمانوں کے حیات کی سالانہ تجدید کرتی ہیں۔ اس کے زنگ کو دور، اس کے اعمال کو واضح اس کے مدعا و مقصد کو روشن اور اس میں حقیقی جذبہ اور والہانہ عقیدت کو تازہ کرتی ہیں۔ مسلمان ہر سال پھر سے حقیقی مسلمان بنتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو اس غنیمت موقع پر صیقل کے لئے پیش کرے اور شفاف اور آبدار ہو کر پھر سے اپنا حقیقی جذبہ عمل درست کرلے۔

سُورَةُ البَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ ۝

جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر تھے وہ
باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس
واضح دلیل نہ آتی ۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝
فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝

ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے
جن میں لکھے ہوں درست اور سیدھے مضامیں ۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ
بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

اور نہیں پھوٹ پڑی اہل کتاب میں مگر اس کے
بعد ہی آچکی ان کے پاس واضح دلیل

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

اور نہیں حکم ہوا تھا مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی
خالص نوعیت اور خاص اس کے لئے سیدھی اور
یکّی اطاعت سے اور قائم رکھیں نماز اور
دیتے رہیں زکوٰۃ اور یہی دین قیمہ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

جو کافر ہوئے
اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ دوزخ کی آگ
میں سدا رہیں گے یہ بدترین خلائق ہیں ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

جو ایمان لائے اور کئے نیک کام یہ بہترین
خلائق ہیں ۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ

ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے نزدیک باغ ہیں جن کے
نیچے ہمیشہ نہریں بہتی رہیں گے ۔
خوش ہوگا اللہ ان سے اور خوش ہوں گے وہ اس سے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ یہ اس کے لئے ہے۔ جو ڈرتا ہو اپنے پرودگار سے۔ ع ۲۳

خلاصہ

اہل کتاب۔ یہود، نصاریٰ وغیرہ۔ اور مشرکین۔ بت پرست وغیرہ۔ اِسلام کو تسلیم کرنے آمادہ نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے یہاں خدا کی جانب سے کوئی موثق "صحیفہ" یا نشانی پیش نہو۔

اس کے بعد جب قرآن شریف کا نزول ہوا اور صاف صاف نشانیاں بتلائی جانے لگیں اور اُن واقعات کا اظہار کیا جانے لگا جس سے ایک اُمّی رسول کسی طرح واقف نہیں ہوسکتا تھا تو اب اور حیلے اور بہانے تراشے جانے لگے۔

مختصر یہ کہ ان میں سے اکثر کو اس پاک پیام کو قبول نہ کرنا تھا اور انہوں نے نہ کیا اور اسی وجہ غلط روی میں مبتلا ہوئے۔

جنھوں نے اپنے عائد کردہ شرط کی تکمیل پر اپنے انکار سے باز آکر اِسلام کو قبول کرلیا وہ گویا خدا سے راضی ہوئے اور خدا ان سے راضی ہوا۔

تمہید

ہر بچہ کے لئے تعلیم ضروری ہے۔ جو بچہ ابتدا ہی سے پڑھنے کی جانب مائل نہیں ہوتا ہے، جو شرکت جماعت سے ناراض یا سبق پڑھنے سے منکر، وہ طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے۔ جب کتاب اس کے ہاتھ میں دیجاتی ہے تو کہتا ہے " یہ تو میرے بڑے بھائی اور بڑے چچا کی کتاب ہے، اوس کے اوراق منتشر اور اسکی ہئیت پرانی ہے مجھے نئی کتاب چاہیئے"۔

جب نئی کتاب حوالہ ہوتی ہے اور اُستاد اس کو درس کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو اپنے مماثل کسی نہ کسی اور بچہ کی صحبت اختیار کرتا ہے، ضد کرتا ہے، پڑھتا نہیں، تفہیم کا اثر نہیں لیتا اُستاد

ہی کو بدنام کرنا شروع کرتا ہے اور آوارگی میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ آخرکار اپنے کیفر کردار کو پہونچکر نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا ۔ اسکا شمار بدترین افراد میں ہوتا ہے اور بجائے کسی منصب عالیہ پر فائز ہونے اور انعام و اکرام پانے کے، غربت اور افلاس، مشقت اور سختی اور جان کنی کا شکار ہو جاتا ہے ۔

منکرین مشرکین لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ

اسی طرح (۱) اہل کتاب میں سے اونہیں جو منکر اسلام ہیں اور (۲) مشرکین کو جب دعوت حق دی جاتی ہے تو یا تو کچھ سننے پر مائل ہی نہیں ہوتے اور اپنی ضد سے باز نہیں آتے یا یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اونہیں ایک کھلی نشانی چاہیے تب ہی وہ اصلاح حال کرینگے اس مطالبہ کی تکمیل میں جب اُن کے ہاں

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۗ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۗ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ

(۱) رسول بھیجا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک (۲) مقدس کتاب کر دیجاتی ہے جس میں سیدھے اور صحیح ضوابط موجود ہوں تو پھر اس کو قبول کرنیکی بجائے باہمی فرقہ واریت اور پھوٹ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ انہیں ایک سیدھے سادھے طریقہ سے تلقین کی جاتی ہے کہ وہ (۱) خدا کی عبادت

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ — خلوص نیت اور سچائی سے کریں

وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ — (۲) نماز قائم کریں

وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ — (۳) زکوٰۃ دیں

ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ — تو بھی وہ صحیح اور آسان مذہب کو قبول کرنے سے گریز کرتے ہیں مذکورۂ بالا صراحت کے باوجود اور باوصف اس کے کہ اُنہیں فہم اور شعور اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کا مادہ عطا ہوا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ — (۱) اہل کتاب میں سے وہ جو منکر اسلام ہیں اور

وَالْمُشْرِكِيْنَ — (۲) مشرکین

احکام ربانی سے انکار کریں تو وہ

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا — (۱) ابد الاباد دوزخ کی سزا بھگتیں گے

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ — (۲) بدترین خلائق سے ہوں گے

(۳) خدا اُن سے ناراض ہوگا

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — البتہ وہ جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں تو وہ

(۱) باغ میں قیام پذیر ہوں گے جسکے نیچے نہریں بھی ہوں گی

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ — (۲) بہترین خلائق سے ہوں گے

(۳) خدا اُن سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے

درس عمل

صدیوں سے جو عمل منکرین نے اختیار کر رکھا ہے وہ اب بھی جاری ہے۔ آج اس صدی میں بھی ان کا یہی طریقۂ کار ہے۔ سیدھی سادی، راستی اور ایمانداری کی بات کو وہ کبھی قبول نہیں کرتے۔

اپنی ساری قوت جھوٹے دلائل اور الٹی حجتوں میں صرف کر دیتے ہیں۔ کھلے طور پر سچ کو چھپانا اور صاف طور پر حقیقت سے انکار کرنا ان کا خصوصی شیوہ ہے۔

ان کی خواہش ہے کہ جو بھی وہ کہیں اس کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ ان کا شور و غوغہ پہاڑوں کے چوٹیوں تک پہونچتا ہے۔

خدا انہیں توفیق نیک دے اور سچے مذہب اور صحیح عمل کی طرف رجوع کرے ورنہ یہ صاف نشانی بربادی کی ہے۔

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝	جب زمین ہلائی جائے گی اپنے سخت زلزلہ سے
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝	اور نکال پھینکے گی زمین اپنے اندر کے بوجھ
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝	اور کہے گا انسان کہ اس کو کیا ہوگیا ہے
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝	اس دن بیان کرنے لگے گی اپنی خبریں
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝	اس واسطے کہ تیرا پروردگار حکم بھیجا اس کو
يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝	اس روز واپس ہوں گے لوگ مختلف جماعتیں ہوکر تاکہ دکھا دیے جائیں ان کو ان کے اعمال
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝	پس جس نے کی ذرہ بھر نیکی دیکھ لیگا اس کو
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝	اور جس نے کی ذرہ بھر بدی دیکھ لیگا اس کو

ع ۲۴

خلاصہ

زندگی کے ادوار میں واقعات اور حقائق کے داخل و خارج کا عمل کسی قانون قدرت کے تحت بالالتزام جاری ہے۔

معدہ میں کوئی چیز داخل ہوتی ہے تو اخراج کا عمل بھی ہوتا ہے۔ نظم مملکت میں کسی پالیسی یا طریقۂ کار کا داخلہ ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔

معدہ میں جو چیز داخل ہو چاہے ذائقہ دار ہو یا بے ذائقہ، اگر وہ ثقیل یا ناموافق مزاج ہوگی تو لازماً عمل اخراج میں خرابی و بدنظمی ہوگی۔ انتظام مملکت میں کوئی غلط اصول یا حکمت عملی اختیار کی جائے تو لازماً مخالفت و بغاوت ہوگی۔

اسی طرح اعمال انسانی میں برائی، سرکشی، خلاف ورزی قانونِ قدرت کو جگہ دیجائے تو لازمًا مواخذہ کی صورتیں پیدا ہونگی جن کو مذہبی زبان میں دوزخ کی آگ کہا جاتا ہے۔
سبب اور نتیجہ میں رتی برابر کا اختلاف نہ ہوگا چھوٹی سی چھوٹی بھلائی اور چھوٹی سی چھوٹی بُرائی بالالتزام جانچے جائیں گے اور اپنا نتیجہ برآمد کریں گے۔

تمہید

سال کے ختم پر کھاتے کی جانچ، حسابات کی تکمیل اور نفع اور نقصان کا گوشوارہ مرتب ہوتا ہے اس گوشوارہ کی ترتیب میں پائی پائی کا حساب بھی بجانب جمع یا بجانب خرچ نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ اعمال انسانی کے محاسبہ کا طریقہ اس سے بھی زیادہ تفصیلی ہے اور روحانی کھاتے کے تجزیہ کی نوبت پر کسی چھوٹے سے چھوٹے فعل یا نیت کو چاہے وہ بھلائی سے متعلق ہو یا برائی سے ہرگز نظر انداز نہیں کیا جائیگا۔

ارضی زلزلہ	اکثر وبیشتر زلزلہ کے وقوع پر
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا	(۱) زمین کا ہلنا اور پھٹنا واقع ہوتا ہے۔
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا	(۲) آتش فشاں پہاڑوں کا ابل پڑنا بھی ہوتا ہے جسکے نتیجہ کے طور پر
	(۳) بخارات فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ سیال چیزیں بہنے لگتی ہیں اور سخت اشیاء کے جابجا ڈھیر لگ جاتے ہیں۔
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا	(۴) دیکھنے والے حیران و پریشان ہوجاتے ہیں
انسانی محاسبہ	اسی طرح انسانی محاسبہ کے موقع پر
	(۱) زمین اور زمین کے بسنے والوں کے دل ہل جائینگے

اور ان کے کلیجے خوف وخطر سے پھٹ جائینگے ۔

(۲) مخفی امور ابل پڑیں گے جن کے نتیجہ کے طور پر

(۳) مختلف انسانوں کے مختلف گروہ ہوں گے، مختلف اعمال کے جداگانہ مظاہرے ہوں گے ۔

(۴) ساری مخلوق حیران و پریشان ہونگی

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ
وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ

عدل وانصاف کا دَور دورہ ہوگا ۔ خود اندرونی قوتیں اور ہمارے ضمائر شہادت دینے لگیں گے ۔ ذراسی ذرا بھلائی بھی نظر انداز نہ ہوگی اور ذرا ذراسی برائی بھی مخفی نہ رہ سکے گی ۔

اجسام کا زلزلہ ہوگا ۔ نیتوں کا زلزلہ ہوگا ۔ اعمال کا تجزیہ ہوگا جزا اور سزا کا مفصل ترین مظاہرہ ہوگا ۔

عدل وانصاف کا تقاضہ یہ ہوگا کہ کوئی امر رازمیں نہ رہے اور حقائق اپنی پوری تابناکی سے بالکلیہ آشکار ہوجائیں ۔

درسِ عمل

جب اعمال کا کوئی حصہ یا مقدار کی کوئی کسر نظر انداز نہیں ہونیوالی ہے تو احتیاط بھی بدرجۂ اتم برتی جانی چاہیئے ۔
یہ تصور کمال عدلِ خداوندی کا ہے کہ کوئی امر جو موافق ہو یا مخالف حال محاسبہ سے چھوٹنے نہ پائے ۔

اس اصل اصول کے پیش نظر ہر کام میں جو احتیاط برتی جانی چاہیئے وہ محتاج بیان نہیں ہے ۔
جب سبب اور نتیجہ کا معاملہ اتنا اہم ہے تو مسلمان اپنے عمل پر جتنی زیادہ نگرانی رکھیں اتنا ہی انکے حق میں مفید ہوگا ۔
احکام سے واقفیت اور احکام کی خوبی سے واقفیت رکھ کر احکام کی روشنی میں اپنے طریقۂ کار کا انصباط چاہیئے
چاہے کام فرائض خدا سے متعلق ہو یا اپنے برادران مذہب کے حقوق سے، یا کفار کی روش سے ۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ	قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے
فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ	اور آگ جھاڑتے ہیں ٹاپ مار کر
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ	پھر تاخت تاراج کرتے ہیں صبح کے وقت
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ	پھر اڑاتے ہیں اس وقت گرد و غبار
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ	پھر گھس جاتے ہیں اس وقت فوج میں
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ	بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے
وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ	اور اسکو خود بھی اس کی خبر ہے
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ	اور وہ مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے
اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ	کیا نہیں جانتا وہ وقت جبکہ اٹھائے جائینگے وہ جو قبروں میں ہے
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ	اور حاصل وآشکار ہوجائے گا جو کچھ دلوں میں ہے
ع اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ ۲۵	بیشک ان کے پروردگار کو ان کے اس دن کی حالت کی پوری خبر ہے۔

خلاصہ

حیوانات کا یہ وطیرہ ہے کہ اپنے مالک سے وفاداری کرتے ہیں اور چونکہ ان کے آب و دانہ کا انتظام ان کا مالک کرتا ہے اور تھوڑی بہت خبرگیری بھی، تو یہ حیوان ـ خصوصاً گھوڑے وغیرہ ـ میدانِ جنگ میں، محض ایک اشارہ پر اپنے مالک کے لئے جان لڑا دیتے ہیں اور بلاخوف وخطر دشمنوں کی صفوں میں گھس کر اپنی جان قربان کردیتے ہیں ۔

برخلاف اس کے انسان نے اپنے پروردگار سے اپنا وجود پایا، زندگی کے لوازمات حاصل کئے اور

اسی کی ربوبیت، رحمانیت اور کرم کے طفیل آرام و آسائش سے اپنے دن گذار تا رہا۔ باوجود اس کے اپنے مالک حقیقی پر قربان ہوجاتا تو کجا، اس کے احکام کی تکمیل باوصف تاکید و تہدید کے، دیدہ و دانستہ نہیں کر رہا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ اپنا تمام وقت اور ساری قوت، دنیا کے مال و دولت کے حصول میں صرف کرتا رہتا ہے یہ اس کا احساس نہیں رکھتا کہ اس کے فرائض حصول مال و دولت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ حقیقی سرچشمہ مال و دولت سے وابستہ ہیں۔

تمہید

انسان ہر امر میں حاجت مند ہے۔ پیدائش سے موت تک اس کی مجبوری کا عالم مسلسل ہے جب تک فضل الٰہی نہ ہو اور کوئی نہ کوئی اس کا ساتھ نہ دے اور اس کے ضروریات کی تکمیل میں مدد نہ دے وہ جی نہیں سکتا۔ دنیاوی امور کے ہر شعبہ میں اسکو دوسروں پر تکیہ کرنا پڑتا ہے۔ بغیر اس کے چارہ نہیں ہے۔ معمولی کاروبار سے قطع نظر، اس کا جینا، مرنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، کھانا پینا وغیرہ سب محتاج فضل و کرم ایزدی ہیں۔ جہاں انسان کی قوتوں پر یہ حدود عائد ہوں، اس کا اولین فرض ہوگا کہ ان تمام نعمتوں کا شکریہ ادا کرے جس کے بغیر اس کی زندگی ناممکن ہو جاے گی۔ عبادت الٰہی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ سب اسی شکر گذاری کی قولی اور فعلی اشکال ہیں۔ نعمتوں کا معاوضہ تو ادا ہونا ممکن نہیں ہے، یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر شکریہ بھی ادا نہ کیا جائے تو پھر انسان کی زندگی کس مصرف کی ہوگی اور رحم و کرم کا وہ کس طرح مستحق یا متمنی؟

شکر گذاری اور عدم شکر گذاری کے دو مناظر ملاحظہ طلب ہیں:۔

حیوانات کا احساس شکر وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا — ایک جانب گھوڑا ہے: حیوان مطلق۔ جو اپنے مالک کے حکم پر سرپٹ دوڑتا ہے

(۱) زمین پر۔ اس طرح کہ ہانپنے لگتا ہے

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا

(۲) پتھر پر۔ " کہ اسکے ٹاپ کی
آواز کے ساتھ آگ
کی چنگاریاں نکلنا
شروع ہوتی ہیں

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا

(۳) اور علی الصباح دشمنوں کے صفوں
میں گھس پڑتا ہے اس طرح کہ باوجود
صبح کی خنکی کے اسکی تیزی کیوجہ سے
زمین پر گرد وغبار چھا جاتی ہے۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا

(۴) اس طرح کہ نہ دشمن کا خیال ہے نہ نیزہ
کا خطرہ نہ موت کا ڈر
مالک کا اشارہ ہوا اور وہ اپنی جان پر کھیل جاتا ہے،
مالک نے کیا ایک گھانس کی کاڑی دی یا ایک
دانہ اناج کا اس نے اپنی وفاداری اور شکر
گذاری کے یہ کرشمے بتلائے۔

انسان کی ناشکری

دوسری جانب: انسان ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ

اشرف المخلوقات جو باوجود اپنے رب کے احکام کے
(۱) ان کی تعمیل وتکمیل کرنا تو کجا انہیں
بعض مرتبہ تسلیم بھی نہیں کرتا۔
(۲) امور الٰہیہ میں اس کی جانب سے
نہ جوش کا مظاہرہ ہے نہ خروش کا۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ

(۳) اسکا سارا دل گھسا ہوا ہے
اس چند روزہ مال و دولت میں
جو خود کسی کی دی ہوی ہے لیکن
جس کو اپنی کمائی سمجھ کر خود بھی آلودہ
ہوتا ہے اور اس مال و دولت
کے اشکال بھی بگاڑتا ہے۔
(۴) نہ اپنی ناشکری کا احساس کرتا
ہے نہ اپنے اعمال بد سے منہ
موڑتا ہے۔
باوجود اپنے مالک کے صریح احکام اور ہدایات کے
دنیا کی متاع اور غیراللہ پر مٹا جاتا ہے۔
مالک نے جان بھی دی، جسم بھی دیا، دنیا بھی دی، روزی
عطا فرمائی، دل میں احساس کا مادہ رکھا اور دماغ میں
سمجھ بوجھ کی صلاحیت ودیعت کی اور پھر وضاحت سے
نیکی کا راستہ بھی بتلایا۔ لیکن انسان ہے کہ اپنی گمراہی
کے کرشمے دکھاتا ہی جاتا ہے

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ افسوس اس کا ہے کہ وہ جانتا نہیں ہے کہ
(۱) ایک وقت آنے والا ہے جب اسکا رُخ قبر کی جانب ہوگا
(۲) " " " صور کی آواز ہوگی اور دنیاوی لذات
آگ کی چنگاریوں کی صورت میں
چمکیں گے۔

وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ (۳) ایک وقت آنے والا ہے۔ کوئی امر مخفی نہ رہے گا اور دلوں اور سینوں کے ہی نہیں بلکہ سارے عالم کے راز آشکار ہو جائیں گے۔

اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ (۴) " " " اس کے اعمال کی پوچھ ہوگی اور اس کی ناشکری کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

درسِ عمل

کائنات کا ہر ذرّہ، معدنیات، نباتات اور حیوانات کا ہر فرد، ہر جزو، ہر عنصر ان کی ہر اکائی اپنی اصل سے متصل ہے۔ اگر کوئی ہے جو اپنے مالک حقیقی سے بے اعتنائی کرتا ہے وہ انسان ہی ہے۔

انسان اون چیزوں سے استفادہ کرتا ہے جو مالک حقیقی کی پیدا کردہ ہیں، ان چیزوں سے دل لگاتا ہے جو مالک حقیقی کے کرم و توجہ سے وجود پاتی ہیں لیکن خود مالک حقیقی کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ اس کا شکریہ اپنے علم و عمل سے ادا کرتا ہے۔

اگر وہ شکر گذار ہوتا تو کائنات کی ہر چیز کی قدر کرتا اور اسکی ماہیت دریافت کرتا۔ اگر وہ شکر گذار ہوتا تو اپنے ہم جنسوں سے دلی ارتباط رکھتا اور جنگ وجدل میں مبتلا نہ ہوتا نہ اپنے مالک کی دی ہوئی نعمتوں کی بربادی کا درپے ہوتا۔ اگر وہ شکر گذار ہوتا تو خدا کا ڈر اس کے دل میں جاگزیں ہوتا؛

اور پھر خدا کا کرم اس کے دل کو مسرت سے لبریز کرتا اور اس کی زندگی مسلسل شادمانی و کامرانی کی زندگانی ہوتی۔

سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْقَارِعَۃُ ○ — وہ کھڑکھڑانے والی

مَا الْقَارِعَۃُ ○ — کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی

وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَۃُ ○ — تجھ کو معلوم ہے کہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ — جس دن ہوجائیں گے لوگ مثل بکھرے ہوئے پروانوں کے

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ○ — اور ہوجائیں گے پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کے

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ○ — پس وہ جس کا بھاری ہوگا پڑلہ

فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ○ — وہ پسندیدہ اور خوشحال گذران میں ہوگا

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ○ — لیکن وہ جس کا ہلکا ہوگا پڑلہ

فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ○ — پس اس کا ٹھکانہ ''ہاویہ'' ہوگا

وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا ھِیَہْ ○ — اور تجھ کو کچھ معلوم ہے کہ کیا ہے یہ ؟

نَارٌ حَامِیَۃٌ ○ع — ایک آگ ہے دہکتی ہوئی

ع ۲۶

خلاصہ

بندھے ہوئے اصول، مقرر کردہ احکام، واضح منشائے خداوندی کی خلاف ورزی ہو تو لازمی نتیجہ انتشار ہے۔ جب غفلت شعاری اور لاپروائی سے انسان بد اعمالی کا مرتکب ہوگا تو اون کے ذرات کے مانند بکھیر دئے جائے گا۔ اور پتنگوں کے مانند ہوا میں منتشر کردیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہوگا جب ہماری کارکردگی کی جانچ اور ہماری اہمیت کا ناپ تول ہو۔

مشین جب تک کام دیتی ہے وہ صاف بھی رہتی ہے اور شفاف بھی۔ تیل وغیرہ دیا جاتا ہے اور اس کی حفاظت کیجاتی ہے۔ جب کسی اندرونی یا بیرونی خرابی سے وہ ناکارہ ہو جائے اور اپنے مقررہ فرائض کی تکمیل سے قاصر رہے تو وہ ردی کے سپرد ہو جاتی ہے اور اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جاتے ہیں۔

جب تجدید کا عمل مقصود ہوتا ہے تو ان ردی کے ٹکڑوں کو جمع کیا جا کر، آگ میں تپایا جاتا ہے اور گلا پگھلا کر ان کی صلاحیت دریافت کرلیجاتی ہے۔

یہی صورت انسان کی بھی ہے۔ اس کی ناکارگی متقاضی ہوگی اس امر کی کہ اسکو بھی اپنے وقت پر آگ میں جلایا اور گلایا جائے۔

تمہید

جب کسی جدید تعمیر کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اولاً موجودہ تعمیر کے اختتام وانہدام کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ نقص اور کہنگی کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ اس کے بعد جدید تعمیر کا آغاز کیا جاتا ہے۔ قیامت ایک عظیم الشان تعمیر جدید اور اہم ترین نظام نو ہے۔ اس جدید تعمیر کے وقت بھی جو اجزائے تعمیر کارآمد اور مضبوط ثابت ہوں گے وہ سزائے تلف کے مستحق اور تباہ کر دئے جائیں گے۔

قیامت کی بعض نشانیاں	قیامت کی چند اشکال اور نشانیاں حسب ذیل ہیں:-
اَلْقَارِعَةُ	(۱) وہ وقت ہوگا کھڑکھڑاہٹ کا۔ شوروغوغا۔ خیرگی وحشت کا۔
يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ	(۲) " " ایسا جس میں لوگ مانند پروانوں کے منتشر اور حیران و پریشان نظر آئیں گے۔
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ	(۳) " " " جس میں مضبوط سے مضبوط چیزیں اسطرح ریزہ ریزہ ہونگی جس طرح دھنئے کے ہاتھ

دھنکی ہوئی ہیں رنگین اون

(۴) وہ وقت ہوگا جب بنیاد قائم ہوگی ایک نئے نظام
کی جو دوامی قدر وقیمت، ہیئت و ترکیب
رکھتا ہو اور جس میں انسان کے ہر جزو
عمل کا ایک صحیح اور منصفانہ ناپ
تول ہوگا۔

انسانی انتشار

اس انتشار و تباہی میں:

(۱) انسان اور انسانی کارناموں کی کمزوری، مجبوری
بے بضاعتی، اور حیرانی اور پریشانی کا ثبوت ملیگا۔
(۲) ثبوت ملیگا اسکا بھی کہ جن امور کو انسان نے قوی اور
قابل اعتبار سمجھا تھا وہ کس طرح ضعیف اور ناقابل
اعتنا ہیں۔
(۳) موجودہ حد ود اور تعینات باقی نہیں رہیں گے۔
(۴) ایک جدید دور کا آغاز ہوگا جو ایک اور عالم سے تعلق
رکھتا ہو اور جس کی ابتداء کے لئے گذشتہ اعمال وغیرہ
کی نہایت منصفانہ جانچ ہوگی تاکہ کھوٹا کھرا اپنا
اپنا مقام پالے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ — جہاں اعمال صالح کا پلہ بھاری ہوگا، مقام آرام و اطمینان اور دوامی مسرتوں کا ملیگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ نَارٌ حَامِیَةٌ — " " " ہلکا ہوگا، مقام ہاویہ ملیگا۔ ہاویہ انتہا درجہ کی سوزش اور حرارت کا نام ہے

درسِ عمل

انسانی زندگی ایک تکوینی عمل ہے:

اعمال اچھے رہے تو صرف جلا یا پالش کا عمل ہوا اور پھر پوری صفائی اور روشنی حاصل ہوئی

اعمال بُرے رہے تو ردی میں ڈالا گیا اور پھر آگ میں جلا یا گلایا جا کر صحت صلاحیت کے پیدا کرنے کا عمل ہو۔

مصیبت آن پڑے، پریشانی لاحق ہو، اور تکلیف برداشت کرنی پڑے تو یقیناً یہ ہمارے تزکیہ نفس کے لئے ہے یا اچھے اعمال سے اس کی نوبت ہی نہ آنے دی جائے اور اگر ہماری غلطیوں سے ہم پر سزا کی صورتیں وارد ہوں تو اونہیں توبہ واستغفار سے برداشت کیا جائے۔ شاید کہ جوش رحمت خداوندی ہمارے پھر سے اخلاص و نجات کا موجب ہو۔

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ	غفلت میں ڈالے رکھتی ہے تمکو کثرت (دولت واولاد) کی حرص مسابقت
حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۙ	یہاں تک کہ تم پہونچ جاتے ہو قبرستانوں میں
كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ	نہیں نہیں! بہت جلد تم جان لوگے
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ	پھر نہیں نہیں! بہت جلد تم جان لوگے
كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۙ	نہیں نہیں! اگر جان لیتے تم یقینی طور پر
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ	بیشک تم دیکھوگے دوزخ
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ	پھر تم دیکھ لوگے یقیں کی آنکھ سے
ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ	پھر تم سے پوچھ ہوگی اوس دن نعمتوں کی

خلاصہ

انسان جب حرص وہوا میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اپنے ہی مقصود کا منظر اسکے پیش نظر رہتا ہے۔ دوسرے تمام پہلوؤں کو وہ نظر انداز کردیتا ہے۔

مال و دولت، اولاد وغیرہ کی طلب ایک حدتک اچھی ضرور ہے لیکن جب افراط کی صورت ہو اور اُن کے زائد از زائد حصول کا جنوں سر پر سوار ہوجائے تو اولاً دوسروں کے حالات کے مطالعے سے سرزنش سی ہوتی ہے۔ اطراف واکناف کے حوادث سے خبردار ہوکر اگر اصلاح کی فکر کی جائے تو اس مرحلہ پر نسبتًا زیادہ آسانی ہوسکیگی۔

لیکن جب طمع بڑھتی جائے اور غرور وتمکنت پیدا ہوجائیں تو جو عواقب ہوں گے وہ تجربۃً آنکھوں کے سامنے ہوں گے اور یقین کا درجہ بڑھ جائے گا۔

اس نوبت پر بھی اصلاح نہ کرلی جائے تو پھر آرام وچین حرام ہوجائے گا اور قبر وہ حقیقت کھول دے گی جس کے بعد پچھتاوا بے نتیجہ اور بے اثر ہوگا۔

تمہید

کثرت کی آرزو، حرص وہوا کا غلبہ، کوئی پسندیدہ صفت نہیں ہے، مال ہو یا اولاد، درجہ ہو یا رتبہ ان کے برتری کی لامتناہی خواہش ایک ایسی بھول ہے جو انسان کو غفلت میں مبتلا کردیتی ہے۔

ان چیزوں کے حاصل کرنے کی سعی میں انسان کو کن کن بدعنوانیوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے، کس طرح اپنے ضمیر کی آواز کو گھونٹ دینا ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو کتنی ہی برائیوں سے آلودہ کرنا پڑتا ہے وہ محتاج تفصیل نہیں ہے۔

اس کے بعد اگر یہ چیزیں مہیا بھی ہوگئیں تو تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اشیاء کے حصول کے لئے یہ سب کچھ ضمیر فروشی جائز رکھی گئی تھی وہ دیرپا نہیں اور نہ ہی وہ حقیقی مسرت کا باعث بن سکتی ہے۔ کسی کا مال رہتا ہے نہ متاع، نہ رتبہ باقی رہتا ہے نہ اعزاز۔ آل اولاد بھی کبھی سوہان روح ہوجاتی ہے اور بے ایمانی کا سودا گرانبار گذرنے لگتا ہے۔

پھر جب زندگی ختم ہوجاتی ہے اور گذشتہ حالات وواقعات کا جائزہ لینا آسان اور ممکن ہوجاتا ہے تو اس وقت صحیح اندازہ ہونے لگتا ہے کہ کس طرح حقیقی امور کی کوشش اور تمنا نہ کرکے غیر اہم اور فانی اشیاء کی آرزو نے حصول میں عمر رائگاں ہوئی۔ لیکن اس نوبت پر مایوسی اور ہاتھ ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوسکے گا۔

مرض دوامی اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ — انسان جب غلبۂ خواہش کا شکار ہوجاتا ہے تو موت تک اس عادت سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔

یقین کے مدارج — اس خصوص میں (۳) مدارج ظاہر ہوتے ہیں:-

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ — (۱) درجۂ علم الیقین: یہ دنیا کے محسوسات اور علوم ہیں جن سے ضابطہ الٰہی کی خلاف ورزیوں اور کثرت خواہشات کی بنا پر سزا کا یقین کیا جاسکتا ہے۔ اہل و عیال، دولت، عہدہ یا مرتبہ کبھی خود اپنی پریشانی اور انتہا درجہ کی مصیبت کا موجب بن جاتا ہے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ — اگر اس مرحلہ پر انسان سنبھل جائے اور اپنی ان خواہشات پر حدود عائد کرلے تو فبہا ورنہ ایک نوبت آتی ہے جس کا نام ہے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ — (۲) درجۂ عین الیقین:

یہاں نواہی کی نسبت سے سزا مادی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اعمال واضح ہو جاتے ہیں اور جو لوگ مرتکب منہیات ہو کر سزا پا چکے ہوں ان کے اشکال روبرو موجود ہو جاتے ہیں۔

اس مرحلہ پر انسان حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے اور نتائج کا یقین کر لے سکتا ہے لیکن پھر بھی غفلت رہی تو آخر کار ایک دن آتا ہے جو اس کو پہنچاتا ہے ایک مقام پر جس کا نام ہے۔

(۳) درجۂ حق الیقین اب تو کثرت کا متمنی اور غفلت مرتکب

خود سزا بھگتنے لگتا ہے ۔

ضابطۂ قرآنی کی روسے غلبۂ خواہشات اور غفلت کا احساس ہو جائے
تو اسکو کافی تنبیہ سمجھنا چاہئے اور نواہی سے پرہیز کرنا چاہئے
یہ موقع موجودہ زندگی میں حاصل رہتا ہے ۔

اگر اس وقت کو کھو دیا گیا تو غلبۂ خواہشات اور غفلت کی سزا کا
مظاہرہ ہوگا جو کھلی آنکھوں برداشت کرتے دیکھا جائیگا ۔
یہ موقع موت اور برزخ کا ہے ۔

اگر اس موقع پر بھی چھٹکارا نہوا تو غلبۂ خواہشات اور غفلت کا
مواخذہ مستقلاً اپنی ذات پر بھگتنا پڑے گا ۔
یہ موقع قیامت کا مرحلہ ہے ۔

یہ امر لائق غور ہے کہ دنیاوی زندگی ہی میں واقعات ایسے پیش
آتے ہیں جو اکثر و بیشتر پریشانی ۔ موت اور برزخ
اور قیامت کا سماں پیش کرتے ہیں ۔

یہ کافی تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے اعمال سے نادم
ہوکر توجہ کریں اور ہر سہ مراحل کے نتائج کو پیش نظر
رکھتے ہوئے اصلاح عمل کریں ۔

درس عمل

حرص و ہوا کا مرض اقوام میں بھی اسی طرح سرایت کرگیا ہے جس طرح کہ وہ افراد میں موجود ہے ۔
شخصی اعتبار سے انسان مال و دولت اور اولاد وغیرہ کا خواہشمند ہوتا ہے ۔
مملکتی اور قومی اعتبار سے اقوام ازیاد دولت، توسیع ملک و آبادی کے خواہشمند ہوتے ہیں ۔

تاکہ ان کے بل بوتے پر دوسری کمزور اقوام پر اپنا اقتدار قائم اور اپنی حکومت مسلط کریں۔
تاریخ ماضیہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس کا علم اور واقعات حالیہ پر غور کیا جائے تو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

کہ یہ دولت وثروت، ملک گیری کی آرزو اور کثرت آبادی کی تمنا محض سراب ہیں ان کے حصول میں اپنی توانائیوں کو صرف کرنا اور ایک دوسرے سے جنگ وجدال کرنا محض جہالت ہے۔

جب آخر کار اس جنگ وجدال کی وجہ سے موت اور بربادی کے نتائج پیش ہوں گے تو پھر معلوم ہوگا کہ قناعت کی کیا لذت ہوتی ہے اور آرام اور صلح و آشتی کی کیا حقیقت۔

سُوْرَۃُ العَصْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالْعَصْرِ ○	قسم ہے زمانہ کی
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○	یقیناً انسان بڑے خسارہ میں ہے
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ	مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور
تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا	ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو
بِالصَّبْرِ ع ع ۲۸	پابندی (استقلال) کی فہمائش کرتے رہے

خلاصہ

زمانہ کو قرار نہیں۔ اس کی گھڑیاں کسی کے روکے رکتی نہیں۔

زمانہ سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے تو انسان کا خسارہ میں رہنا یقینی ہے۔

اس خسارہ سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو

(الف) ایمان لائیں یعنی حق کو جانیں اور اپنے عقائد درست رکھیں۔ اور ایک دوسرے کو اسکی تلقین کرتے رہیں

(ب) اچھے کام کریں اور مشکلات کے پیش آنے پر خود صبر کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے ہیں۔

تمہید

"عصر" عام معنوں میں "زمانہ" ہے "عصر" سے مراد وہ وقت بھی ہے جو زوال کا ہوتا ہے
افراد یا اقوام جب اپنے چند کارناموں کی بدائے نام تکمیل کرلیتے ہیں اور کامیابی کے خمار میں سابقہ

مستعدی، قوت اور جفاکشی کو کھو بیٹھتے ہیں اور عیش وعشرت، لہو ولعب، اور ظلم وتعدی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو نتیجۃً اُن کا زوال شروع ہو جاتا ہے اور رنج وخسران کی نوبت آتی ہے۔ یوں تو دنیا مسلسل عروج یا متواتر ترقی کو ناممکن تصور کرتی ہے اور بلندی وپستی کو لازم وملزوم گردانتی ہے لیکن قدرت میں ترقی اور عروج کے مدارج محدود ومقرر نہیں ہیں۔

وَالْعَصْرِ ۝ واقعہ یہ ہے کہ ہزارہا سال کی تفتیش وتحقیق وجستجو کے بعد بھی انسان بحیرۂ قدرت کے کنارے ابھی سیپیوں ہی کی تلاش میں مصروف ہے۔ نہ اُس نے بحر ذخار کی گہرائیاں دیکھیں اور نہ ان انمول موتیوں اور پوشیدہ حقائق کا پتہ چلا سکا جن کا شمار اور سلسلہ لامتناہی ہے۔ کنارہ ہی کنارہ پر رہ کر اپنی تھوڑی سی ترقی اور ذراسی دریافت پر غرور وتمکنت اختیار کرتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات سما جاتی ہے کہ اس نے قدرت کو شکست دیدی۔ اس غرور کا نتیجہ ہے کہ وہ آئندہ سے بےخبر ہو کر نہ اُن امور پر اعتقاد رکھتا ہے جو اس کے تقرب الٰہی اور تحصیلِ مدعا کے موجب ہو سکتے ہیں اور نہ اون اعمال پر کاربند رہتا ہے جن کی بدولت اسکا اندھاپن دور ہو سکتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اس طرح وہ بڑے خسارہ میں ہے۔

قدرت کا تماشہ عجیب ہے۔ جیسے جیسے ایک ایک پردہ اُٹھتا جاتا ہے بیسیوں تازہ محیر العقل مناظر ظاہر اور منکشف ہوتے جاتے ہیں۔ اگر اُن مناظر کے مالک کا تصور

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قائم رہے جس کے وہ معمولی پرتو ہیں اور اس پر ایمان کامل

وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ۝ع

رہے، اگر کوشش جاری رکھی جائے اور موانعات و مشکلات کے پیدا ہونے پر ہمت نہ ہار کر صبر و تحمل سے عمل ہوتا رہے تو پردہ کے پیچھے وہ سین نظر آئیں گے اور حقائق کے وہ گہر آشکار ہوں گے جن کا اظہار لسانِ انسانی یا تخیل دماغی سے ناممکن ہے۔

جس دنیا کے ایک ایک گوشہ میں ہمارا مسکن ہے وہ دنیا ایک محدود دائرہ ہے۔ لیکن خدا ربّ العالمین ہے۔ معلوم نہیں ایسے کتنے جہان ہیں جن کا وہ ربِّ واحد ہے۔ ہمیں تو اپنی ہی کیفیت پوری نہیں معلوم ہو سکی، دوسرے جہانوں کا کیا ذکر۔ اپنی ہی دنیا، اپنی ہی تعلیم، اپنے ہی ملک، اور اپنے ہی شہر و محلہ، نہیں اپنے ہی گھر بلکہ اپنے ہی ذاتی وجود کے ہزار ہا رازوں سے قرنوں کی مسلسل ترقی کے بعد بھی ہم ناواقف و ناآشنا ہیں۔

پھر ہم کہاں اور وہ کہاں جو عارفِ کل و ربِّ کل ہے۔

فریضہ یہ ہے کہ اُس پر ایمان کامل ہو۔ کوشش بس یہ رہے کہ صبر و استقلال سے مصائب اور رکاوٹوں کا مقابلہ کیا جا کر صحیح راستہ پر ہمارے قدم قائم رہیں۔

اتنا ہو گیا تو کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہوا تو خسارہ ہے۔

قدیم زمانہ کے واقعات اور گذری ہوئی قوموں کے حالات اس کی پوری شہادت دیتے ہیں کہ اس غیر محدود امکانات کی دنیا میں ہم خود بھی کام کریں اور ایک دوسرے

کو ہمت اور راہ نیک اور صبر کی تلقین کریں تو ہماری کوشش
رائیگاں نہ جائے گی۔
جو سب کا مالک ہے وہ ہماری حیثیت کے مطابق ہمیں
سب کچھ دے گا۔

درسِ عمل

ہر زمانہ میں ہر شخص کی یہی آرزو رہی ہے کہ زمانہ اسکا تابع ہوجائے۔
مسلمانوں کے لئے زمانہ پر قابو پالینا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔
اولاً انکو اپنے اعتقادات کا صحیح تصور رکھنا چاہیئے اور ایمان کی تفصیلات سے واقف ہونا چاہیئے۔
دوسرے اُنہیں چاہیئے کہ احکام الٰہی کی پابندی کریں۔
اس کوشش میں بیسیوں مشکلات پیش آئینگی۔ حکومت، فرقے، دنیاوی سازشیں، اخلاقی اور معاشی پستی، مخالفین کا متحدہ محاذ وغیرہ وغیرہ سب حائل ہوں گے۔
نئے نئے دستور، اور جدید فلسفے، پریشان کن ثابت ہوں گے اور صدق وکذب کا امتیاز بظاہر دشوار معلوم ہوگا۔ ان حالات میں چاہے کوئی فلسفہ، کوئی دستور، کوئی سکیم، کتنی ہی دلفریب نظر آئے اسکو محض ایک کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے اور وہ کسوٹی قرآن ہے۔ اس سے جو دستور سب سے زیادہ ناموافق ہوگا وہ سب سے زیادہ لائق انکار ہوگا اور جو فلسفہ سب سے زیادہ مطابق ہوگا وہی سب سے زیادہ لائق عمل ہوگا۔
عمل آوری میں یہ یقینی امر ہے کہ مشکلات پیدا ہوں گے۔ بعض اوقات جان کے لالے پڑ جائینگے۔ مہیب سے مہیب اشکال پیش آئیں گی۔ لیکن صبر واستقلال سے کام لینا چاہیئے اور ایک دوسرے کو ہمت کی تلقین کرنی چاہیئے۔ بالآخر یہی قرآنی دستور انسان کو سب سے زیادہ نفع کا مالک بنا دے گا۔

سُوْرَةُ الهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ	بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کی جو اشارۃً عیب لگانیوالا، طعنہ دینے والا ہے
الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ	جو مال جمع کرتا ہے اور ذخیرہ کرتا ہے
یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ	خیال کر رہا ہے کہ اسکا مال اسکو سدا رہے گا
كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۫ۖ	نہیں نہیں! وہ ضرور "حطمہ" میں پھینکا جائے گا
وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ	اور تجھ کو معلوم ہے کہ کیا ہے "حطمہ"
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ	ایک آگ ہے اللہ کی، سلگائی ہوئی۔
الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۚ	وہ جو دلوں تک جا پہنچتی ہے
اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ	وہ ان پر محیط اور بند کردی جائیگی
ع ۲۹ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۠	بڑے لانبے ستونوں میں

خلاصہ

بدترین اوصاف میں سے (۲) کا تذکرہ فرمایا گیا ہے (۱) طعن و تشنیع (۲) عیب جوئی

بدترین اعمال " " (۲) " " (۱) مال کا ذخیرہ کرنا (۲) یہ سمجھنا کہ دولت ہمیشہ ساتھ دے گی

ان اوصاف کو بدترین اسوجہ سے فرمایا گیا ہے کہ انکے ذریعہ (۱) لاف زنی سے دوسروں کے اوصاف کو مطعون اور (۲) بہ مقابلہ اوروں کے اپنی سچائی کا جھوٹا دعویٰ کیا جاتا ہے،

ان اعمال کو " " کہ " (۱) دوسروں کو ان کی کمائی سے محروم کیا جاتا ہے۔ (۲) ایک فانی شے کی دوامی بقا کا تصور باندھا جاتا ہے،

ان ہردو اوصاف اور اعمال کے ذریعہ مقصود کسی اور کا نقصان اور اسکو دلی تکلیف پہنچانا ہوتا ہے
" " " " کے نیتجہ کے طور پر جو سزا تجویز فرمائی گئی ہے وہ "حطمہ" ہے۔
"حطمہ" ایسی آگ ہے جو دل پر بالراست اثر کرتی ہے۔
اس میں دوامی کرب اور سوزش پیدا کرتی ہے۔
جس سے چین مفقود اور جسمانی اور دماغی آرام ناممکن ہو جاتا ہے۔

تمہید

اپنے کو اچھا اور دوسرے کو بُرا تصور کرنا، اپنی بڑائی کرنا اور دوسرے کی تحقیر، کسی کو بد وطعنہ دینا یا کسی کی پس پشت غیبت کرنا، یہ سب خود کے کمینہ پن، بدنیتی اور بزدلی کی نشانیاں ہیں۔ طعنہ دینے سے مقصود کسی کے دل کو دکھ پہنچانا ہوتا ہے۔ پس پشت عیب نکالنے کا منشا، بزدلانہ طریقہ سے دوسرے کو اوروں کے سامنے ذلیل و رسوا کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہر دو حرکتیں شرافت سے بعید اور اخلاق سے نہایت گری ہوی ہیں۔ ایسے اشخاص مستوجب ہیں اس امر کے کہ اونہیں بھی دلی اذیت پہنچے۔

اُن کے علاوہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال و دولت سے عزیز تر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس مال و دولت کی خاطر جو گناہ بھی وہ کر جائیں کم ہے۔ مال و دولت کی خواہش کسی جائز صرفہ یا کسی نیک منصوبے کے خرچ کرنے کی نیت سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر لوگ، دولت، دولت کی خاطر جمع کرتے ہیں، روپیہ گن گن کر ذخیرہ کرتے ہیں، ایک مجہول چیز سے اپنے کو وابستہ کر لیتے ہیں۔ وہ روپیہ روپیہ ہی کیا جس سے کوئی عمدہ معاوضہ حاصل نہ کیا جائے۔ روپیہ بجائے خود خس و خاشاک سے زیادہ نہیں ہے۔ خس و خاشاک صرف جسم کو آلودہ کرتے ہیں لیکن دولت، دولتمند کے غرور و تمکنت، بے حسی اور ناشکری کی وجہ سے اس کے دل کو آلودہ کر دیتی ہے۔ لہٰذا انسانوں کا یہ گروہ بھی ایسی سزا کا مستوجب ہے جس سے

اس کے دل کو راست اذیت پہنچے ۔
اِن تینوں قبیل کے اشخاص ایسی ہی سزا پائیں گے ۔ انہوں نے دوسروں کے دلوں کو دکھ دیا
پس ان کے دل جلیں گے اور خاک وجاکستر ہوں گے ۔

تین خرابیاں

اس سورہ مبارکہ میں دنیا کی تین خرابیوں کا خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے :۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ

(۱) دوسروں کو طعنہ دینا
(۲) دوسروں کی عیب جوئی کرنا

نِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ

(۳) خود مال و دولت کا ذخیرہ کرنا اس خیال کے تحت کہ یہ ہمیشہ اس کا ساتھ دیں گے

(۱) کسی کو طعنہ دینا یا
(۲) کسی کی عیب جوئی کرنا مترادف ہے اس امر کا کہ خود ہر عیب و برائی سے مبرا و منزہ ہے ۔
انسان کی یہ کیفیت اسکی خرابی کی اصل جڑ ہے اور یہ صورت انسانوں میں عام ہے جس نے خود کو اچھا سمجھا اور دوسروں کو بُرا اور مغرور و متکبر ہوا، حقیقت سے آنکھ بند کرنے والا ہوا ۔ خدا کے بندوں کی تحقیر کرنے والا ہوا ۔ اس طرح خود خدا کی بارگاہ میں تمرد اور بے باکی کا مرتکب ہوا ۔
(۳) غرور و تکبر عموماً نتیجہ ہے مال و دولت کا جس کسی کے پاس کچھ مال و متاع جمع ہو گیا وہ اس کی بڑی حفاظت کرنے لگتا ہے ۔ روزانہ گن گن کر رکھتا

ہے۔ جب ذخیرہ کرنے کا جن دماغ پر سوار ہوجاتا ہے تو اس کو سوائے اس دھن کے کوئی اور خیال نہیں رہتا۔ اس دھن میں جو طریقہ بھی وہ مزید دولت کے حصول کے لئے اختیار کرے وہ اپنے لئے جائز تصور کرے گا۔ اس خبط کے تحت وہ ایسے افعال کا مرتکب ہوگا جو اس کو ذلیل سے ذلیل کرتے جائیں گے۔ لیکن ذلت وخواری کی اسکو پروا نہ ہوگی۔ اسکی ساری فکر دولت کے جمع کرنے پر مرکوز ہوگی۔

ان خرابیوں کا ردِّ عمل

مذکورہ بالا خرابیوں کی وجہ سے اس کے دل کی صفائی باقی نہیں رہتی۔ اسکا دل حسد اور تکبر سے معمور ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے جو سزا تجویز فرمائی گئی ہے وہ اس کے مناسب حال ہے۔

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

وہ پھینکا جائے گا ایسی آگ میں جو راست اس کے دل پر اثر کرے گی۔ دوسروں کو مطعون کرکے دوسروں کی عیب جوئی کرکے اُس نے سمجھا تھا کہ اپنے لئے کوئی بڑا مقام حاصل کرلیا ہے مال اور دولت کو ذخیرہ کرکے اُس نے سمجھا تھا کہ وہ عالیشان محل اور مرتبہ کا مالک بن گیا ہے۔ لیکن جو آگ اوس کے دل میں بھڑک رہی ہے وہ بھی بلند ستونوں جیسی اونچی اور لانبی ہوگی۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ
الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ
فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

ارتکاب فعل کے وقت اس کا دل حسد کی آگ سے
جلتا تھا۔
ارتکاب فعل کے نتیجہ کے طور پر بھی اس کے دل کو آگ
لگا دیجائے گی گویا کہ اس کی زندگی از ابتدا تا انتہا
جلتے جلتے ہی گذرے گی۔
سکون اور آرام اور ٹھنڈک تو اس کا حق ہوگا جو اپنی
کسر نفسی کے ساتھ دوسروں کے دل بڑھاتا رہے،
جو اپنے مال ومتاع میں یتیمی اور غربا اور مساکین
کا اتنا ہی حق دیکھے جتنا اپنا۔ جس نے اپنے کو
کم مرتبہ سمجھا اور دوسرے کو بڑا تصور کیا، جس
نے اپنی دولت سے دوسرے کو فائدہ پہنچایا
اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھا کہ مال و دولت اللہ
کی راہ میں صرف کرنے کیلئے ہے نہ کہ ذخیرہ کرنے
کے لئے تو اس کا دل مسرور اور مطمئن رہے گا۔

درسِ عمل

آج کل کی دنیا میں حکومت کے مندرجۂ ذیل شعبے خصوصی اہمیت رکھتے ہیں اور ان شعبہ جات کے قلمدان ایسے وزراء کے سپرد ہوتے ہیں جنھیں آجکل کے نقطۂ نظر سے اُن تینوں اجزا کی تنظیم تشکیل کا کمال حاصل رہتا ہے

(۱) شعبۂ پروپگنڈا یا نشریات

اس شعبہ کے معمولی کاروبار میں حقیقت اور سچائی کا اظہار ضرور کیا جاتا ہے اور

بعض مفید معلومات ضرور بہم پہنچاتی جاتی ہیں مگر حکومت کے
اس شعبہ کی اصل غرض و غایت اپنے پالیسی یا حکمت عملی کی اس طرح اشاعت ہے کہ
جو افعال اس کے ہوں وہی قابلِ تعریف اور لائق اتباع قرار پائیں ۔
آج کل سب سے زیادہ کامیاب حکومت وہی متصور ہوتی ہے جو اس شعبے کے
توسط سے کسی اور حکومت یا حکومتوں کے کاروبار پر طعنہ زنی کرے یا اُن
کے اعمال و افعال اور پالسی کی عیب جوئی کرے ۔
منشا ، اپنی برتری کا اظہار ہوتا ہے اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل ۔
(۲) شعبۂ تجارت وحرفت ومعاشیات وغیرہ
اس شعبہ کا ایک معمولی فریضہ انسانوں کی فلاح و بہبودی کا سامان بہم پہنچانا
ضرور ہوتا ہے لیکن
اس شعبہ کا اصل منشا اپنے ہی ملک، اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خاص دائرہ کو
فائدہ پہنچانا ہوتا ہے ۔
اس غرض کی تکمیل کے لئے جو بھی وسائل اختیار کئے جائیں ۔ دیگر اقوام کے جتنے
بھی حقوق غصب یا دیگر حکومتوں کو نقصان پہنچایا جائے ، جائز تصور کیا
جاتا ہے ۔
بحث کہیں تیل سے ہوتی ہے تو کہیں لوہے سے، کہیں خام پیداوار کی جستجو
ہے تو کہیں تیار شدہ مال کی نکاسی کی فکر ۔ دھن بس ایک ہی ہوتی ہے
کہ خود دولت سے مستفید و مستمند ہو اور دوسرے ممالک یا اقوام اپنے
دست نگر رہیں ۔
آجکل کے تمدن اور اخلاق کے یہ دو مظاہرے گو ایک جانب دوسروں کی تحقیر کرکے اپنی بڑائی
کا غلط تصور قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری جانب اپنی دولت اور اقتدار کے ستونوں کو

بلند سے بلند تر کرنیکی فکر میں رہتے ہیں لیکن ان کی کارکردگی کی اصلی غرض جلب منفعت ہوتی ہے۔
اصلاً نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ

(۱) جن ممالک یا اقوام کو زد میں لایا گیا ، گو وہ ظاہری زبان سے فی الوقت خاموش اور مجبور ہیں
لیکن ان کے دل مجروح اور خون آلودہ ہیں اور اُن کے دل کی آگ سُلگی ہے۔

(۲) بدلتی دنیا کے کسی آئندہ دور قریب میں، خود آج کے مقتدر و کامیاب اقوام و ممالک کا
اس طرح دل کی مصیبت جراحت میں مبتلا ہونا یقینی ہے جس طرح کہ انہوں نے آج اوروں
کو آلام میں مبتلا کر رکھا ہے۔

"حطمہ" اس امر کا سبق ہے کہ اہم ترین شعبہ جات حیات
(۱) سچائی اور حق بیانی
(۲) آپسی ہمدردی اور ترویج زکوٰۃ

پر ہی قائم رہ سکتے ہیں۔

جس کسی کے مساعی سے ان شعبہ جات کا قیام عمل میں آئے اوسی نے حقیقتاً بلند ستونوں والا تعمیری
کام کیا۔ اوسی کے ذریعہ دنیا بھی بن سکتی ہے اور آخرت کا سامان بھی ہوسکتا ہے

"حطمہ" یا دل کی آگ نہ وقت کی پابند ہے نہ مقام کی۔ وہ ہمیشہ جاری ہے
اس کی جلن برداشت کرتے ہوئے بھی اصلاح عمل نہ کرنا، بدنصیبی اور ناکامی کی انتہائی
صورت ہے۔

سُوْرَةُ الفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝	کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟
اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝	کیا ان کی تدبیر کو بیکار نہیں کر دیا؟
وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝	اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیجے
تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝	جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے
فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝	پھر ان کو اس طرح کر دیا جیسا کھائی ہوئی بھوسی

ع ۱ ۳۰

خلاصہ

(۱) کوئی قوت اور کوئی تدبیر منشائے الٰہی کے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی
(۲) اگر کوئی سرکشی کا قصد بھی کرے تو:۔
(الف) قوی سے قوی سرکش کو ذلیل سے ذلیل چیز بھی بحکم الٰہی پامال کر دیگی ۔
(ب) پامالی اس طرح ہوگی کہ سرکش کا نام و نشان مشکل سے باقی رہے گا ۔
(۳) یہ امور منفصلہ ہیں کہ
(۱) کعبہ وحدانیت کا گھر ہے ۔
(۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ؍؍ کے پیغمبر ہیں ۔
(۳) اِسلام ؍؍ کا مذہب ہے ۔

اِسلام کی حفاظت ہر مسلمان کا فریضۂ اولین ہے ۔ مسلمانوں کی حفاظت خود خدائے لایزال فرمائے گا ۔

تمہید

ابرہہ اشرم بن صباح ابتداءً حبش کے شہنشاہ کا مقرر کردہ یمن کا گورنر تھا جس نے کچھ دن بعد اپنے آپ کو خود مختار حاکم یمن بنا لیا۔ یہ عیسائی تھا۔

ابرہہ نے اپنا کنیسہ الگ قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بجائے مکہ و کعبہ کے' دارالسلطنت یمن یعنی شہر صنعا' عامہ خلائق کی زیارت گاہ بن جائے۔

اس ادارہ کی تکمیل میں وہ ایک عظیم لشکر لیکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے اور لوگ اس کے تیار کردہ کنیسہ کی طرف رُخ کرنے پر مجبور ہوں۔

ابرہہ کے پیش نظر حسب ذیل امور تھے :-

(۱) اس کا مذہبی اقتدار بڑھ جائے یعنی اس کو عظمت و شوکت دینی حاصل ہو۔

(۲) اس کا شہر زیارت گاہ بن جائے یعنی اسکو عظمت و شوکت دنیاوی حاصل ہو۔

لیکن منشاء ایزدی کے لحاظ سے کعبۂ اسلام کا مرکز قرار دیا گیا تھا اور یہ فضیلت اس کو عطا ہو چکی تھی۔ مکہ میں عنقریب پیغمبر اسلامؐ مبعوث ہونے والے تھے۔ لہذا مکہ کی حفاظت لازمی تھی۔ مکہ کے باشندے کمزور تھے اور ابرہہ کی مدافعت کی تاب نہ رکھتے تھے۔ اس لئے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝	جب ابرہہ معہ اپنی فوج کے جس میں اس زمانہ کے اعتبار سے ہاتھی جیسے دہشت ناک حربے بھی موجود تھے۔ مکہ کے قریب پہنچا اور مکہ والے شہر سے بھاگ نکلے اور عبدالمطلب نے اپنے ایقان کا اظہار کر دیا کہ کعبہ کا خدا کعبہ کی حفاظت کرے گا۔

تو

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝	بحکم الٰہی چند پرندے غول در غول پہنچے اور ابرہہ کے

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ ہاتھیوں اور لشکر پر کنکریاں گرانے لگے۔
جس سمت سے یہ پرندے اُڑ کر آئے تھے وہاں، کہا جاتا ہے، کہ مرض چیچک بصورت وبا پھیلا ہوا تھا۔
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۟ بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ ابرہہ کے ہاتھی اور ابرہہ کا لشکر تتر بتر اور برباد ہو گیا۔ حقیر پرندوں نے قوی ہیکل ہاتھیوں، اور مغرور انسانوں کا خاتمہ کر دیا۔
خود ابرہہ خوف زدہ و ہراساں ہو کر بھاگ نکلا۔
ابرہہ کی دنیاوی قوت کا ایک حقیر شے نے خاتمہ کر دیا۔
مکہ اور کعبہ اسلام کے لئے محفوظ ہو گئے۔
یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے۔ اور اسی سال تقریباً دو مہینہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک ہوی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی ایسے اشخاص موجود تھے جو اس کا بچشم خود مشاہدہ کر چکے تھے اور اس کا تذکرہ عام تھا۔

درسِ عمل

(۱) مسلمانوں کو اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ اسلام اور اسلام کے متعلقات کا محافظ آخر کار خود خدائے کریم ہے اسلئے مسلمانوں کو اپنے فرائض کی ادائے گی میں متاثر، خوفزدہ یا ہراساں ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۲) دنیا میں بیسیوں ایسے مواقع پیش آئیں گے کہ دشمنانِ اسلام دینی اور دنیاوی اعتبار سے مسلمانوں اور اسلام کے مرکزوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کی تباہی اور بربادی کے

تدابیر سوچیں گے اور اُن تدابیر پر عمل پیرا بھی ہوں گے ۔

(۳) لیکن جس طرح ابرہہ کی تدابیر ناکام رہ گئیں، اور اس کی کثیر فوج جو دنیاوی سازوسامان سے ہر طرح لیس تھی، مکہ و کعبہ کا کچھ بگاڑ نہ سکی اور ابرہہ کا داؤں کچھ چل نہ سکا اور خدا کے بھیجے ہوئے ذرائع نے جو دیکھنے کو نہایت معمولی اور کمزور تھے ان تمام دشمنان کعبہ کا جو بظاہر بہت قوی اور ناقابل مدافعت تھے آن کی آن میں خاتمہ کر دیا ۔

(۴) عین اسی طرح اگر مسلمان (الف) ایمان پختہ رکھیں اور

(ب) اسلامی دستور العمل پر کاربند رہنے کی پوری پوری سعی کریں۔

تو اون کے ہر دشمن کا بدحال یا ذلیل و پسپا ہونا امر یقینی ہے ۔

(۵) جملہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع ہونا چاہئے ۔ نماز باجماعت، نماز جمعہ، نماز عیدین، حج بیت اللہ سب اسی مرکزیت کے اشکال ہیں ۔ لیکن محض جمع ہو جانے سے مرکزیت کا قیام نہیں ہوتا جب تک کہ اس حقیقی وحدانیت کے علمبردار یعنے مسلمان اپنے اتحاد و اتفاق سے اسلامی فرائض و روایات پر کاربند ہونے کی کوشش نہ کریں ۔

سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ	چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں
اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ	یعنے جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ	پس (انکو) چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کیا کریں
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۧ	جس نے ان کو بھوک (کی حالت) میں کھانا دیا اور ان کو خوف (کی حالت) میں امن بخشا ۔

ع ۱ ۳۱

خلاصہ

انسان کا فریضہ اللہ کی عبادت ہے ۔

عبادت کی دو صورتیں ہیں :۔

(۱) ایمان

(۲) عمل

انسان کو چاہئے کہ اپنے فرائض کی تکمیل کی سعی میں مصروف رہی کیونکہ خدائے کریم نے اس کو

(۱) رزق یعنے جسمانی راحت عطا فرمائی ہے

(۲) امن ” روحانی سکون بخشا ہے ۔

عموماً دنیاوی جھگڑے دو امور کے لئے ہوتے ہیں :۔

(۱) حصول رزق کے لئے : چاہے رزق کی صورت : (الف) شکم پروری ہو یا نفس پرستی (ب) ملک گیری ہو یا (ج) تجارت و صنعت ۔

(۲) حصول امن و آرام کیلئے : چاہے امن کی شکل : (الف) بڑھتی ہوئی آبادی کا

انتظام ہو
(ب) حرص و ہوا کا استیصال۔
یا (ج) توازن برقرار رکھنے کا
خیال ہو۔

تمہید

قریش عرب کے قبائل میں ممتاز ترین حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا قبیلہ نصر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ علیہم اجمعین اسی قوم و قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

قریش کعبہ کے خادم مقرر تھے اور زمزم کے محافظ
اس منصب کی بدولت

(۱) ان کی عزت و تکریم سب سے زیادہ تھی
(۲) گو زمانہ نازک تھا لیکن اونہیں حضر و سفر میں امن و چین حاصل تھا اس وجہ سے کہ ارض کعبہ کے تقدس کا ہر قبیلہ قائل تھا اور یہ اصول مسلمہ تھا کہ اس مقام کو جنگ و جدال سے آلودہ نہ کیا جائے۔
(۳) قریش سے دیگر قبائل و متصلہ ممالک نے معاہدات کئے تھے جن کے نتیجہ کے طور پر قریش کو خصوصی تجارتی و دیگر مراعات وغیرہ حاصل تھیں۔ اس طرح ان کے حصول رزق کا سامان بھی ہر طرح مہیا تھا۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ — قریش تجارت کرتے تھے۔

لِاِیْلٰفِہِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ

موسم سرما میں گرم ملک یمن کی جانب ان کے قافلے روانہ ہوتے تھے اور موسم گرما میں سرد ممالک شام وغیرہ کی طرف ۔

اس طرح نہ فقط وہ خاصے منافع کے مالک تھے بلکہ دیگر اقوام سے میل جول کی بدولت ان کی زبان شستہ ان کے عادات شائستہ ان کے معلومات وسیع اور ان کے تعلقات دوررس اور مستحکم تھے ۔ یہ دور دور جاتے تھے اور دور دور سے لوگ مکہ آتے تھے ۔

اس طرح سے انہیں وسعت نظر، اولوالعزمی اور اہلی ثروت مہیا تھی اور یہ سب کچھ کعبہ کی خدمت کا صدقہ تھا ۔

کعبہ سے مراد وہ ظاہری گھر ہے جس کا نام بَیْتُ اللّٰہ ہے ۔

کعبہ سے مراد وہ باطنی وجود بھی ہو سکتا ہے جس کا ٹھکانہ ہر مسلمان کا دل ہے ۔

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ

درسِ عمل

دائمی فلاح حاصل کرنی ہے تو صحیح معنوں میں اپنا (۱) ایمان اور (۲) عمل درست کرنا ضروری ہے

نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکے معاوضہ میں (۱) حصول رزق اور

(۲) قیامِ امن کی صورتیں خود بخود حاصل ہو جائیں گی۔

ایمان: اصل اصولِ اسلام سے واقف ہو کر ان پر اعتقاد راسخ رکھنا ہے۔

عمل سے مراد یہ ہے کہ مسلمان سب متحد ہو کر انفرادی اور اجتماعی طور پر احکامِ الٰہی کی تعمیل اس طرح کریں کہ اپنی معاشی حالت درست، اخلاقی کیفیت نیک، تعلیمی صورت روشن اور سماجی تنظیم مکمل ہو جائے۔

یعنی ہر ایسے شعبۂ زندگی کی نسبت، تحت احکامِ الٰہی، جس کا بہترین اسوۂ حضور اکرم صلعم ہی کی زندگی میں مل سکتا ہے، ایک صحیح طریقۂ کار کا تعین کر لیں۔

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝	کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے
فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝	یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔
وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝	اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا
فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝	تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے
الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝	جو اپنی نماز سے غافل ہیں ۔
الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝	جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں
وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝	عاریۃً (بھی) نہیں دیتے

ع ۱ / ۳۲

خلاصہ

روزِ جزا اور دین اسلام کو جھٹلانے والا وہ شخص ہے جو اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر ہو کر دو قسم کا ترکِ فعل کرتا ہے ۔

(۱) داخلی: وہ اپنی ذات سے یتیموں کو دھکے دیتا ہے ۔ اور کسی محتاج کی دلجوئی نہیں کرتا۔

(۲) خارجی: دوسروں کو بھی اس امر کی ترغیب نہیں دیتا کہ محتاجوں کو کھانا کھلائے یا غربا سے ہمدردی کرے ۔

نماز اور دیگر عبادات کی ایک واضح شکل ہوتی ہے ۔ لیکن عبادات کی تکمیل محض اٹھک بیٹھک اور ظاہری دکھاوے سے ہی نہیں ہوتی ۔

اس کی تکمیل دو امور پر مشتمل ہے :۔

(۱) داخلی: اپنی ذات کو فریب و ریاکاری سے پاک رکھنا ۔ دکھاوے اور نمود سے پرہیز

کرنا۔ صورتِ عبادت کے ساتھ روحِ عبادت کا بھی بدرجۂ اتم خیال رکھنا

(۲) خارجی دوسروں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ اور امورِ خیر کی تبلیغ و تعلیم کرنا۔

تمہید

ایک سبب سے کئی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور اسی طرح ایک نتیجہ کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

جس نے باہمی حقوق کی اہمیت کو نہ جانا اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی کی، اس کو عواقب کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔

حقوق کی ادائیگی دکھاوے اور ریاکاری کے طریق سے بھی ہو سکتی ہے اور خلوص اور فرض شناسی کے جذبہ کے تحت بھی۔

بعض حقوق معبودیت سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض عبدیت سے متعلق ہیں۔ جس نے ہر دو اقسام حقوق و فرائض کی تکمیل کی جانب کماحقہ توجہ نہیں کی اُس نے گویا عاقبت کو جھٹلایا۔ اور نتیجۃً اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے مستوجبِ سزا ٹھیرا۔

روزِ جزا سے مراد وہ جوابدہی ہے جو اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل سے متعلق آئندہ (خواہ بزمانۂ قریب ہو یا بزمانۂ بعید) کرنی پڑتی ہے۔

اسلام خود ایک ایسی ذمہ داری ہی جو سب امور دینی و دنیوی پر حاوی ہے۔ اس ذمہ داری کی تکمیل میں ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس جوابدہی کو پیشِ نظر رکھے جو ایک نہ ایک دن خواہ اس زندگی میں یا آئندہ زندگی میں کرنی ہوگی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ

اس جوابدہی سے سبکدوشی کے دو حسن طریقے ہیں:۔

(۱) صحیح عمل کرنا یعنے یہ کہ

فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ

(الف) کمزور اور خستہ حال افراد و یتیمی پر ظلم و زیادتی سے خود پرہیز کرنا۔ اس لئے کہ یتیم کا کوئی وارث نہیں ہوتا، وہ عین بے بس ہے، اُس سے لاپروائی یا اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ سہل ہے اور اسی وجہ سے اس کی نسبت سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہیں یہ عمل بالذات ہے

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ

(ب) دوسروں کو بھی ایسے محتاجوں کی امداد کی ترغیب دینا۔ یہ عمل بالواسطہ ہے۔

(۲) صحیح ایمان رکھنا

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ

(الف) ریاکاری و فریب کو عبادت کا نقیض سمجھنا۔

" ریاکار نماز میں خدا کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ اونہیں کو کرتے ہیں جن کو یہ سجدہ دکھانا چاہتے ہیں۔"

(حدیث تفسیر حقانی)

(ب) سب کے ساتھ مہربانی کرنا اور کسی امر میں بخل نہ کرنا۔

واضح رہے کہ کسی کو عاریتہً کوئی معمولی چیز بھی دیدینا یا معمولی سے معمولی مہربانی کا برتاؤ کرنا بڑی سے بڑی جزا کی بنیاد قائم کرنا ہے۔

اس خصوص میں زکوٰۃ کے احکام بھی شامل ہیں جن کے حقیقی مفہوم سے مطلع اور عامل ہونے کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمان جس پستی کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ارتفاع کے یہی بہترین اشکال ہیں بشرطیکہ متفقہ طور پر ان اجمالی اصول کے ہر پہلو پر غور کیا جائے اور ایک صحیح لائحۂ عمل تیار ہو۔

درسِ عمل

عمل بالایمان کے چند اہم اشکال یہ ہیں:

(۱) خود مخلوق کی خدمت کرنا

(۲) دوسروں کو اس خدمت پر آمادہ کرنا

(۳) عبادت خضوع و خشوع کے ساتھ کرنا اور ریاکاری سے اجتناب کرنا۔

(۴) دوسروں کے ساتھ خواہ معمولی طور پر یا غیر معمولی طریقہ سے مہربانی کا برتاؤ کرنا۔

ان جملہ اشکال پر عمل آوری بڑی حد تک زکوٰۃ کی حقیقی تنظیم سے ممکن ہے۔

سُوْرَةُ الكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ بیشک ہم نے تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ پس اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی دے

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ بالیقین تیرا دشمن ہی بے نام و نشان اور مقطوع السلسلہ ہے۔ ع ۴۳

خلاصہ

عطیہ ربانی : کوثر

تشکر عطا: (الف) عبادت

(ب) قربانی

نتیجہ : دائمی نیک نامی

خدائے بے نیاز منبع فیض بیکراں ہے۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے رسول مقبول صلعم کو ایک چشمۂ رحمت عطا فرمایا ہے جو دوامًا جاری ہے۔

اسلام زندگی کا حقیقی چشمہ ہے۔ اس سے پوری طرح فیض یاب ہونا، دین و دنیا کے ہر شعبہ سے متمتع ہونا ہے۔

اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے: رسول پاک کا پہنچایا ہوا قرآنِ پاک ایک دائمی دستور العمل اور ہدایت کا چشمۂ جاریہ ہے۔

حوض کوثر بھی اسی کا ایک جزو ہے اور زبردست چشمۂ نجات ہے۔

ہمارا کوثر، ہمارا اسلام، اور ہمارا قرآن ہے۔ یہی خیر کثیر ہے۔ یہی عطیۂ ربانی ہے۔

تمہید

سرور اور لذت اوسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی حد قائم ہو یا شرط عائد ہو۔ دینے والے کے یہاں ہر وہ چیز موجود ہے جو ہم مانگ سکتے ہیں اور وہ بھی جسکا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دینے والا دینے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اس کا خیر کثیر ہے۔ شرط یہی ہے کہ طلب ہو۔

طلب کے طریقے ہیں: (۱) طالب خلوص سے طلب کرے

عجز و انکساری " " "

اپنی بھلائی کی چیز " " " وغیرہ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ — اس سورہ میں بتلایا گیا ہے کہ اگر دنیا بھر کی خیر کثیر چاہتے ہو تو تمھیں وہ مل سکتی ہے اور کبھی بے طلب بھی عنایت فرمائی جاتی ہے۔ لیکن اوسی کو جو اس کا اہل ہو۔

ہر حال میں ضروری ہے کہ منعم کی شکر گذاری میں انسان

فَصَلِّ لِرَبِّكَ — (۱) عبادت کرے اور شکر ادا کرے

وَانْحَرْ — (۲) قربانی دے

عبادت ایک ہی کے لئے مختص ہو اور وہ معبود حقیقی ہے۔ عبادت کی صورتیں مختلف ہیں اور بے شمار ہیں۔ سب کا مقصد یہی ہونا چاہیئے کہ معبود کی رضا جوئی ہو، اس کی حمد و تسبیح کی جائے اور شکر ادا ہو۔

اس سے نہ فقط حقیقی اور مجازی طلب میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے بلکہ الحاح اور التجا کے دوراں میں قلب دھل کر پاکیزہ ہو جاتا ہے اس طلب میں جلا پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی سچائی حصول مقصد کے توقعات کو متیقن اور مضبوط کر دیتی ہے۔

علاوہ ازیں چونکہ دینے والا ایک ہی ہے اگر ہر طالب صدق دل سے اوسی کی طرف رجوع ہو تو اشتراک طلب اور اشتراک ایمان کی وجہ سے آپس میں ایک اخوت پیدا ہوتی ہے۔ جس کا رشتہ جتنا مضبوط ہوتا جائیگا۔ اتنا ہی دینے والے کی خوشنودی کا باعث اور لینے والے کے حصول مطلب کا ضامن ہوگا۔

قربانی کا عمل در اصل ایک ہے گو اس کا اثر دوہرا ہے قربانی خالق کی خاطر ہو یا مخلوق کے لئے، باہمی رشتۂ اتحاد کی موجب ہوگی۔ قربانی مخلوق کے حق میں کیجائے تو خالق کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

قربانی کے اشکال بھی مختلف ہیں:

ہر وہ کام جس سے کسی مخلوق کو فائدہ پہنچے قربانی ہے
ہر وہ فعل جس سے رب کے عنایات کا شکریہ ظاہر ہو قربانی ہی
ان ہر دو اشکال کا مجموعہ جس میں قلبی، بدنی، اور مالی ہر قسم کی عبادت شامل ہی۔ مذہبی یا اسلامی قربانی ہی جس سے وسیع تر مفہوم قربانی کا دشوار ہے۔

ہر مسلمان عبادت کرے اور اپنے رب کے شکر اور بنی نوع انسان اور خصوصاً مسلمانوں کے مفاد کی خاطر چھوٹی ہو یا بڑی قربانی کے لئے نہ فقط آمادہ ہو جائے بلکہ اس پر کاربند ہو کر ہمیشہ عمل پیرا رہنے کی کوشش کرے تو دنیا و ما فیہا اس کی ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

بہرحال اس عطیۂ ربانی سے استفادہ اِن شرائط کے ساتھ کیا جائے گا تو چاہے بہ اصطلاح عوام کوئی شخص با اولاد ہو یا لاولد اس کا نام دائما قائم رہے گا۔ اور دنیا اسکے کارناموں کا ہمیشہ تذکرہ کرتی رہے گی۔

آنحضرت صلعم کے صاحبزادے جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے صغر سنی میں انتقال فرما گئے۔ عاص بن وائل اور اسکے رفقاء نے اسی پر آنحضرت صلعم کو "ابتر" کہنا شروع کیا اور طعن تشنیع کرنے لگے کہ اب ان کا نام جاری رکھنے والا کوئی نہیں رہا۔ لیکن نام محض اولاد سے قائم نہیں رہتا حق اللہ وحق العباد کی تکمیل ہی انسان کو حقیقی معنوں میں مرنے نہیں دیتی۔ اگر کوئی اس سے منحرف ہوگا تو چاہے وہ کثیر العیال کیوں نہ ہو اور چاہے اس کا یہ لایعنی عقیدہ کیوں نہ ہو کہ اُس کی اولاد کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں باقی رہے گا۔ وہ بے نام ونشان فنا ہو جائیگا اور اگر اسکا نام رہ بھی جائے تو اسکے حق میں لعنت ہی لعنت مذکور ہوگی۔

درسِ عمل

عمل کے بعض اشکال یہ بھی ہیں:۔

(۱) خدا کی عبادت کرنا خصوصًا فریضۂ صلوٰۃ ادا کرنا

(۲) خدا کے لئے اور مسلمانوں کے لئے قربانی و ایثار پر کمر باندھنا۔

قربانی اور ایثار تن من دھن سب سے ہو سکتے ہیں۔
اگر روزانہ تھوڑی سی قربانی اور خفیف سے ایثار کا بھی ہر مسلمان پابند ہو جائے
اور اس قربانی و ایثار کے اشکال ترتیب دیئے جائیں اور خدا کی عبادت
کرنے والے ان اشکال کو عملی جامہ پہنائیں تو نہ مسلمانوں کا افلاس باقی
رہے گا اور نہ کسی طرح کی پستی و پریشانی۔
ہماری اذاں پھر دنیا کے ہر گوشہ میں گونجنے لگے گی۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ	کہہ دے کہ اے کافرو
لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ	میں نہیں پوجتا ان کو جن کو تم پوجتے ہو
وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ	اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں
وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ	اور نہ میں پوجنے والا ہوں (ان کا) جنکی کہ تم نے پرستش کی ہے
وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۙ	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جسکی میں عبادت کرتا ہوں
لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۚ ع ۲۲	تم کو تمہارا بدلہ ہے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملیگا ۔

خُلاصہ

<u>ایمان صراط مستقیم ہے</u>

خالق اور مخلوق کے دو نقطوں کے درمیاں ایک ہی خط مستقیم ہو سکتا ہے ۔

توحید کا علمبردار مسلم و موحد ہے

جو توحید کا قائل نہیں وہ کافر و مشرک ہے

موحد اور مشرک دونوں کا ایک ہی مسلک نہیں ہو سکتا ۔

یہ افتراق بزمانۂ حال اور بزمانۂ مستقبل ہر سمجھوتہ کا منافی ہے

اس خصوص میں کوئی درمیانی راستہ ممکن نہیں ہے

ایسے کسی امکان کا قائل اسلام پر قائم نہیں رہ سکتا ۔

تمہید

جب اسلام کی صداقت کا سکہ قائم ہوتا چلا اور حضرت
رسول مقبول صلعم کے تبلیغ کی روک تھام ناممکن نظر آئی تو کفار
مکہ نے مصالحت کے لئے تدابیر سوچے ۔

ایک صورت دربار رسالت میں یہ بھی کی کہ باری باری سے آپ ہمارے بتوں کی پوجا کیجئے
اور ہم آپ کے اللہ کی عبادت کریں گے ۔

یہ صورت مصالحت، منجملہ ان شرائط کے تھی جو دولت، حکومت، عشرت وغیرہ سے متعلق تھیں۔
اگر رسول اللہ صلعم کو محض اپنا مفاد منظور ہوتا اور چین سے زندگی گذارنی ہوتی تو کفار کے پیش کردہ
شرائط منظور کر لئے جاتے اور اس طرح دولت و مرتبت، حکومت و تعیش سب کچھ حاصل
ہو جاتے اور ان تمام مصائب و تکالیف سے نجات مل جاتی جو تبلیغ اسلام میں برداشت
کرنی پڑتی تھیں۔

لیکن یہاں سوال نہ شخصی اور ذاتی مفاد کا تھا اور نہ خوف و خطر کے باعث مصالحت کا،
بلکہ مقصود فریضہ کی تکمیل تھی :

فریضہ کی تکمیل کبھی کشمکش سے خالی نہیں ہوتی ۔ اور دوران کار
میں مصالحت کی صورت پیش آئے تو عموماً بعض چیزیں قرار
رہتی ہیں اور بعض سے دست برداری کرنی پڑتی ہے ۔
محض دنیاوی امور میں مصالحت ممکن ہے لیکن جہاں معاملہ
صداقت اور غیر صداقت کا ہو یا کفر کے مقابلہ میں ایمان
و عمل کا، تو نہ ایمان سے دست برداری ممکن ہے اور نہ
عمل سے دست کشی ۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ
لہذا زمانہ حال کے تعلق سے یہ صاف کہدیا گیا کہ
نہ ہم تمہارے بتوں کی عبادت کرتے ہیں

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ

نہ تم ہمارے رب کی عبادت کرتے ہو
اور زمانۂ مستقبل کے تعلق سے قطعی طور پر تبلا دیا گیا کہ
نہ ہم تمہارے بتوں کی عبادت کریں گے اور
نہ تم حالت شرک و کفر میں رہ کر ہمارے رب کی
عبادت کرو گے ۔

لیکن ان آیات کا تعلق محض زمانہ تک محدود نہیں ہے
بلکہ ارادہ اور قصد سے بھی ہے ۔

یعنی جس طرح تمہارا قصد بتوں کی پرستش چھوڑنے کا
نہیں معلوم ہوتا اسی طرح ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ
اپنے رب کی وحدانیت سے منحرف ہو کر شرک اختیار
کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں ۔

دنیا کے روزمرہ کاروبار میں بھی اسی طرح صداقت اور
غیر صداقت کے درمیان مصالحت کے شرائط
پیش ہوتے ہیں ۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ

ان حالات میں مسلمانوں کا کیا فرض ہونا چاہیئے وہ اس سورہ
مبارک سے ظاہر ہے ۔

درس عمل

مسلمان دوسروں سے ہر معاملہ میں مصالحت کر سکتے ہیں خواہ وہ امور معاشی ہوں،
یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ۔

لیکن ایک مسئلہ میں مصالحت ناممکن ہے اور وہ مسئلہ شرک و وحدانیت کا ہے ۔

سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۙ	جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے
وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۙ	اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے ہوئے دیکھ لے
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ	تو اپنے رب کی تعریف کر اور اس سے مغفرت مانگ
اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ؑ	بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

ع ۱ ۲۵

خلاصہ

(۱) کامیابی: خدا کے فضل سے فتح و کامرانی حاصل ہوگئی۔

عموماً کامیابی کے بعد افراد و اقوام دو چیزوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں :-

(الف) خود کی کوشش اور اپنی قوت کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔

(ب) کامیابی کے نشہ سے مخمور ہو کر آغاز و انجام کار بھول جاتے ہیں اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔

(۲) اور اسکے بعد:

کامیابی کے بعد جو روش اختیار کرنی چاہیے اس کی صراحت خدا تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے

(الف) بجائے اپنی شیخی اور لاف زنی کے خدا کی تسبیح و تحمید کی جانی چاہیے کیونکہ وہی ہر قسم کی قوت اور کامیابی کا بخشنے والا ہے۔

(ب) بجائے دوسروں کو پست اور حقیر سمجھنے کے خود کی بے بسی پیش نظر

رکھ کر ان خطاؤں وغیرہ کے متعلق جو ہر حالت میں سرزد ہوتی رہتی ہیں خدا سے مغفرت چاہی جانی چاہیئے ۔کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والا ہے ۔اور اُسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے ۔

تمہید

آنحضرت صلعم کی بعثت کا مقصد ایک پیام کا پہنچانا، ایک کام کا سلجھانا، ایک پروگرام کا روبراہ لانا، ایک حقیقت کی بنیاد ڈالنا اور ایک نظام کا قائم کرنا تھا

ہر ایسے نظام العمل کی تکمیل میں دشواریوں کا لاحق ہونا، مخالفت کا کھڑا ہو جانا اور صدمات کا برداشت کرنا لازمات سے ہے ۔

ارادہ مضبوط ہو، ایمان و ایقان کامل ہو، کوشش انتھک ہوں، خدائے قدیر پر بھروسہ ہو اور حصول مقصد پر آنکھیں جمی ہوں، ذاتی منفعت دخیل نہ ہو صحیح خدمت گذاری مدعائے حقیقی ہو تو خدا کی مدد یقینی اور فتح و کامرانی قطعی ہے ۔

رسول اللہ صلعم پر اس لمحہ سے جب کہ آپ نے دعوت حق پر کمر باندھی مخالفت کا ایک سیلاب عظیم اُمنڈ آیا ۔انفرادی طور پر اور اجتماعی طریقہ سے تکالیف کا سامنا ہوا ۔جسمانی ایذائیں دی گئیں ۔ دماغی اور روحانی صدمات پہنچائے گئے ۔ بہلانے اور پھسلانے کے طریقے سوچے گئے، لالچ دیئے گئے، مصالحت کی کوشش کیگئی، حرص و ہوا سے متاثر کرنیکی پے در پے سعی ہوی اور اُس کے بعد استقلال دیکھ کر علانیہ صف آرائی اور فوج کشی کیگئی ۔ ایک قبیلہ اور ایک شہر سے مخالفت کی ابتداء ہو کر کئی آبادیاں اور کئی شہر متحد ہو کر

آمادۂ پیکار ہوئے۔ ہر قسم کا سازوسامان ہوا لیکن حق کا
پیامبر، حق پر قائم رہا۔ سب کچھ گوارا تھا لیکن حق کو چھوڑ کر
ناحق کی طرف رُخ کرنا گوارا نہ تھا۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُۙ آخر کار حق نے کامرانی عطا فرمائی اور فتح و نصرت حاصل ہوئی۔
فتح کے مناظر مختلف تھے۔ ایک جانب غزوات کی فتح تھی
جیسے فتح خیبر فتح طائف حنین فتح مکہ وغیرہ

وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ دوسری جانب کفر و جہل پر فتح تھی۔ شرک و بت پرستی پر فتح اور
رسم و رواج پر فتح، صدیوں کے توہمات اور بُرائیوں پر فتح۔
بہر کیف جب قریش اور یہود کی مخالفت کا خاتمہ ہوا تو تین ہی
سال میں اسلام کا اثر دور دراز مقامات تک پھیل گیا۔ عراق
شام، یمن اور بحرین، عمان و یمامہ ہر ملک میں اسلام جڑ
پکڑنے لگا۔

مکہ کی فتح ایک نشانی تھی جسکے بعد ہی مختلف قبائل نے اپنے
وفود رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بھیجنے شروع کر دئے
بنو تمیم، بنو سعد، بنو حنیفہ بنو اسد، ہمدانی، طے، جیسے
نامور قبیلے جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ
واقعات ۸ھ ۹ھ و ۱۰ھ سے متعلق ہیں۔

اس کامیابی کے بعد کوئی جشن نہیں منائے گئے۔ کسی غرور و تمکنت
کا اظہار نہیں ہوا۔ بلکہ عین خمار نصرت کے وقت جو تلقین
فرمائی گئی وہ اس حقیقت کی مظہر تھی کہ کامیابی کے معنی

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ انجام کو بھولکر راحت و آرام طلبی میں مبتلا ہونا نہیں ہے

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا — بلکہ عمل میں استقلال رکھنا اور اپنی کوتاہیوں پر توبہ و استغفار کرنا ہے۔

اس سورت کے نزول کے چند ہی ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا؛

درسِ عمل

(۱) اولاً مقصود اصلی پیش نظر رکھا جائے۔

(۲) اور اس کا یقین رکھا جائے کہ نیک مقصد کے حصول میں خدا کی مدد یقینی ہے۔

(۳) اسکے بعد ہمت اور استقلال سے درمیانی رکاوٹوں کا مقابلہ کیا جائے۔

(۴) اور جب کامیابی حاصل ہو جائے تو اپنی آپ تعریف نہ کرلی جائے اور نہ اس کو ذلیل و حقیر سمجھا جائے جس پر کامیابی حاصل ہوئی۔

بلکہ

(۵) حصول مقصد کے ساتھ ہی خدا کی تعریف و تسبیح میں مشغول ہو جائے۔

(۶) " " " خدا کے دربار میں توبہ و استغفار کیا جائے تا دوران کار میں جو بھی کمزوریاں ہوئی ہوں ان کی نسبت معافی صادر ہو۔

سُوْرَةُ اللَّھَبِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ	ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ	نہ تو اس کا مال ہی اسکے کام آیا اور نہ اسکی کمائی
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ	وہ عنقریب شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔
وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ	اور اسکی بیوی بھی، جو لکڑیاں لادکر لاتی ہے
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ	اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی کھجور کی چھال کی

ع ۳۶

خلاصہ

خاندانی اعتبار سے ابولہب حضرت رسول اللہ صلعم کا چچا تھا اور
مذہبی " " اسلام اور اسلام کے پیغمبر کا جانی دشمن تھا

ابولہب کی تین خصوصیات تھیں:۔

(۱) اس کی رنگت : بہت سُرخ تھی۔ اس کا چہرہ شعلہ کے مانند چمکتا تھا۔
اس کا مزاج بھی نہایت غضبناک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی کنیت "ابولہب" تھی

(۲) اس کی دولت : کثیر تھی۔ اس کی اولاد اس کی کمائی تھی۔ اس کے بیٹے اسکے
زور بازو تھے۔

(۳) اس کی زوجہ : اس کی ہر طرح ہم خیال تھی۔ اور اسلام کے پیغمبر کی اسی
طرح جانی دشمن تھی، جس طرح ابولہب

ان ہر سہ کا جو انجام ہوا وہ عبرت ناک اور سبق آموز ہے۔

تمہید

ابولہب، عبدالمطلب کا بیٹا اور حضرت رسول اللہ صلعم کا چچا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔
اس کا رنگ بہت سرخ اور وہ بہت خوبصورت آدمی تھا۔ وہ اسلام کا جانی دشمن تھا۔
ایک مرتبہ کوہ صفا سے آنحضرت صلعم نے ہر قبیلہ کا نام لیکر اور خود اپنے رشتہ داروں کو مخاطب
کرکے دعوت حق دی اور سرکشی اور کفر کے نتائج سے متنبہ کیا۔ حتیٰ کہ اپنی پھوپھی دختر سب کو
اُس خدا کے قہر کی تخویف دلائی جو نافرمانی پر نازل ہوتا ہے اور اس سے نہ اپنا
بچ سکتا ہے نہ پرایا۔

اس وعظ کا اثر یہ ہوا کہ ابولہب غیظ وغضب میں آیا اور
اس نے آنحضرت صلعم کی شان میں نہایت ناشائستہ
الفاظ کہے اور ان پر پتھر بھی پھینکے۔

ابولہب کے دو بیٹے آنحضرت صلعم کی دو صاحبزادیوں سے
منسوب تھے۔ ابولہب نے اونہیں حکم دیا کہ اپنی بیویں
کو طلاق دیدیں۔ ایک بیٹے نے تو آنحضرت صلعم کے
ساتھ سخت کلامی بھی کی، روئے مبارک پر تھوکا اور پھر
اپنی بیوی کو طلاق دی۔

باوجود ان واقعات کے رسول صلعم نے اُف نہ فرمایا۔
یہاں مقصد نہ ذاتی انتقام تھا، نہ شخصی تنفر، کیونکہ اپنا
تن، من، دھن سب کچھ اللہ کو سونپا جا چکا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس بیٹے کا چند دن بعد جنگل میں درندوں
سے مقابلہ ہوا اور درندوں نے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

ابولہب خود مرض غدسہ میں مبتلا ہوا، یہ مرض نہایت خوفناک و متعدی تھا جس میں چہرہ اتنا متغیر ہو جاتا تھا کہ مریض کی شناخت ناممکن ہو جاتی تھی۔ اس مرض کا شکار ہو کر وہ بے یار و مددگار، موت کے گھاٹ اترا۔ آخر وقت نہ کوئی خدمت کرنے والا تھا نہ کوئی اس مصیبت کے آخری لمحات کی بہ نظر ہمدردی مشاہدہ کرنے والا۔ کسی کو اسکے قریب جانا بھی گوارا نہ تھا۔

ابولہب کی زوجہ افلاس میں مبتلا ہوئی اور یہ وہی عورت ہے جو رسول اللہ صلعم کے راستہ میں کانٹے بچھا کر اذیت پہنچایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ خود لکڑیاں لاتے لاتے گر پڑی اور "چاہ کن را چاہ درپیش" کا مصداق بن گئی۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

ابولہب کی صورت مسخ ہوئی، ابولہب کی کمائی، اس کی اولاد، اس کی دولت تباہ برباد ہوئی اور اس کی زوجہ کا گلا گھٹ گیا۔

ابولہب کا نام اس طرح باقی رہا کہ جو اس کا ذکر کرتا ہے تو لعنت بھیجتا ہے۔

اسلام کے بدترین دشمن کا یہ انجام قہر ایزدی کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔

درسِ عمل

دولت، ذات اور ماسوی اللہ سے محبت کا فنا یقینی ہے

ممکن ہے کہ یہ چیزیں دنیا میں کچھ دن آسائش پہنچا ئیں لیکن ان کا اثر دیر پا نہیں۔ اور نہ
یہ انسان کے دائمی فلاح کے موجب ہو سکتے ہیں۔

البتہ اگر نسبت خدا سے ہوا ور اسلامی اصول کے تحت پرورش اور پرداخت ہو۔ تو موجب فلاح
دارین ہیں۔

دولت کمانا چاہیئے۔ اثر پیدا کرنا چاہیئے۔ علم حاصل کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ
لیکن اسکو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ان کی اچھائی اُس وقت تک قائم رہ سکتی
ہے جب تک کہ ان کا رشتہ وتعلق احکام آلہی سے وابستہ رہے جیسے ہی یہ ٹوٹ
گیا تو ان کی کیفیت اندیشہ ناک ہو جائے گی۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ — کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ — اللہ بے نیاز ہے۔
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ — نہ اسکے (کوئی) اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ — اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

ع ۳۷

خلاصہ

سورۂ اخلاص اسلام کا خلاصہ ہے

خلوص نیت سے خدا کے متعلق حسب ذیل چار امور کا ایمان رکھنا اسلام میں ضروری ہے۔ ان میں سے دو امور موجبہ اور دو سالبہ۔

(الف) موجبہ: (۱) خدا کی توحید۔ خدا اپنی ذات اور صفات میں ایک ہے۔
(۲) خدا کی صمدیت۔ خدا بے نیاز ہے اور سب کا حاجت روا ہے۔

(ب) سالبہ: (۱) خدا کا وجود مطلق۔ خدا باپ ہے نہ بیٹا
(۲) خدا کی علویت۔ کوئی خدا کا ہمسر نہیں ہے
خدا سب سے اعلیٰ و برتر ہے

خدا محض تخیل نہیں ہے بلکہ ایک ذات ہے۔
خدا کی ذات ہمارے فہم و ادراک سے بالا تر ہے

تمہید

یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ جس طرح اس مذہب نے دنیا کو وحدانیت کا سبق دیا کوئی اور مذہب نہ دے سکا۔ سبق نہ فقط تلقین سے متعلق تھا بلکہ تعمیل سے بھی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۱) اگر خدا کی وحدانیت سے منہ موڑ کر اسکو دوسرے مددگاروں کا حاجتمند تصور کیا جائے

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۲) " " اس کو کسی کا باپ یا بیٹا قرار دیا جائے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۳) " " دوسروں کو اس کے برابر درجہ عطا کیا جائے

تو خدائی کی تعریف اتنی ہی خام و کمزور ہوگی جتنی کہ انسان کا فہم و ادراک خام و کمزور ہے۔

جنگہائے عظیم کی محض سماعی کیفیت سے لوگ لرزہ براندام ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک نہایت حقیر واقعہ ہے بمقابلہ اس حقیقت کے جو ہر آن ہر سو ہر شے میں برپا ہے۔ خود جسد انسانی میں سائنس ہی کی تحقیقات کے مدنظر جراثیم کی جو جنگ لمحہ بہ لمحہ جاری ہے اس کا کون کیا اندازہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح ہر شجر و حجر میں، ہر نظارۂ زندگی میں، ہر لحظہ کے قلیل ترین حصہ میں ایک ہیجان اور ایک شورش برپا ہے جس کا تصور بھی انسانی دماغ سے ناممکن ہے۔

جنگ کے وقت ہر فریق جو متعدد ممالک پر مشتمل تھا سارا

اقتدار، نزاکت موقع کے اعتبار سے ایک ہی شخص کے حوالہ کر دیتا ہے تاکہ انتشار کے امکانات محدود اور یکساں نسبت عمل ممکن ہو جائے۔

لیکن اس سے کہیں زیادہ عظیم الشان تغیرات تمام عالم کے ہر گوشہ میں ہر آن جاری ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ یہ سارا نظام بجائے ایک قوت کے فرماں بردار ہونے کے منتشر قوتوں کے دست نگر رہ کر اس خوبی سے کارفرما رہ سکے جس طرح کہ روزانہ کے مشاہدہ سے ثابت ہے۔

یہ ایک نہایت معمولی مثال ہے۔ بہرکیف عالم ایک مقام حیرت ہے اور انسان اس کے معمولی جزء کی حقیقت کی گرد کو بھی اپنے ہزارہا سال کی مغز پاشی کے بعد نہ پہنچ سکا اور نہ پہنچ سکیگا اس کے بس میں محض ایک چیز ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس ذات واحد کے ان گنت نعمتوں کا بقدر ہمت خود نہ صرف قلب و لسان سے شکریہ ادا کرے بلکہ جوارح سے اس کے مصدرہ احکام کی تعمیل میں سعی بلیغ کرتا رہے

درس عمل

خدا کی توحید کے اعتبار سے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایک مرکز پر قائم ہو جائیں۔

خدا کی صمدیت کے اعتبار سے مسلمانوں کو چاہئے کہ
" " " " ہر شعبۂ زندگی میں اپنے آپ کو دوسروں سے
بے نیاز کریں۔
خدا کا وجود مطلق ہونے " " " " " " کہ محض تعلقات دنیاوی پر اعتماد نہ کریں
خدا کی علویت " " " " " " کہ اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کے حصول کی
فکر اور جد وجہد کریں۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ	کہہ کہ صبح کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ	تمام مخلوقات کے شر سے
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ	اور تاریکی کے شر سے جب اسکا اندھیرا چھا جائے
وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ	اور گرہوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی بُرائی سے
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ	اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ ع ۱ ۳۸

خلاصہ

صبح کے مالک سے چار قسم کی پناہ مطلوب ہے:۔

(۱) عمومی پناہ: ہر چیز کی برائی سے جو پیدا کیگئی ہے۔

(۲) وقتی پناہ: تاریکی کی بُرائی سے جب پورا اندھیرا چھا جائے۔

(۳) صنفی پناہ: ان عورتوں کے شر سے جو مردوں کی ہمتوں کو پست اور ان کے مستحکم ارادوں کو ڈھیلا کر دیتی ہیں یا عام طور پر شہوات ولذات سے۔

(۴) وصفی پناہ: ان حاسدوں کی بُرائی سے جب وہ فی الواقع حسد کرنا شروع کردیں۔

ان امور سے پناہ حاصل ہو، تو پناہ کا طالب، خواہ انفرادی طور پر ایک انسان ہو یا اجتماعی طور پر ایک قوم ہر طرح امن و امان میں رہیں گے۔

اس سورت میں ان تمام قوتوں کی نشاندہی کردیگئی ہے جو ہماری بربادی کی باعث ہوتی ہیں

ان سے اگر ہم نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تو ہماری زندگی کامیاب ہوگی۔

تمہید

پناہ مانگنا بھی ایک عبادت ہے۔

اس سورۃ میں ان امور سے پناہ مانگی گئی ہے جو انسان پر نظر انداز ہوتے ہیں۔
بیرونی طور پر پناہ مانگنے والا اللہ سے جس پیرایہ و انداز میں خطاب کر رہا ہے وہ نہایت ہی لطیف ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" صبح کا طلوع ہم معنی ہے آغاز آفرینش کا:
اس وجہ سے صبح کے مالک سے پناہ کی التجا ہے
جس کی قدرت میں جس طرح پیدا کرنا داخل ہے اسی
طرح برائیوں سے نجات دیکر خستہ انسان
کی زندگی میں نئی روح پھونکنا بھی داخل ہے۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" اولاً ایک عام طریقہ سے ہر قسم کی برائی سے پناہ مانگی گئی ہے۔
اس کے بعد مختلف حالات و اشکال کے اعتبار سے پناہ کی
استدعا کی تعلیم کی گئی ہے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" (۱) وقت کے اعتبار سے: تاریکی سے پناہ مطلوب ہے
تاریکی سے مراد (الف) رات کا اندھیرا ہے جب انسان
ہر قسم کی برائی کا بلا مزاحمت مرتکب
ہوتا ہے۔
(ب) وہ جہالت بھی ہے جسکا پردہ عقل پر
پڑتا ہے اور انسان ناعاقبت اندیشی

سے ہر ناشائستہ فعل کر بیٹھتا ہے،

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ (۲) صنفی اعتبار سے: اثرات نفسانی اور افسوں سے پناہ کی التجا ہے۔

اثرات سے مراد (الف) یا تو وہ عورتیں ہیں جو اپنی جادو نظری، جادو بیانی، افسوں گری، اور عشوہ و ناز سے ان کی قوتوں اور ارادوں کو کمزور کر دیتی ہیں اور ان کو اُن کے جائز مشاغل وکاروبار سے منحرف کر دیتی ہیں

(ب) یا وہ شہوات ولذات ہیں جن کی بدولت انسان کا دل و دماغ متاثر ہو جاتا ہے اور وہ پریشان حال و پریشان خاطر ہو کر اپنی تباہی کا آپ سبب بنجاتا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ (۳) وصفی اعتبار سے حسد سے پناہ کی استدعا ہے

حاسد سے مراد (الف) یا وہ افراد یا اقوام ہیں جو دوسروں کی خوشحالی کو دیکھ کر نہ فقط خود حسد کی آگ میں جلتے بلکہ دوسرے کی تباہی و بربادی کی تدبیر سوچتے ہیں۔

(ب) یا وہ نفس اَمّارہ ہے جو ہر قسم کی

ترقی میں حائل ہوتا ہے۔

درسِ عمل

مسلمانوں کو عام طور پر سب بُرائیوں سے اور
خصوصًا:۔

(۱) شب زندگی کے زہریلے اثرات سے

(۲) شہوات ولذات سے اور

(۳) حسد۔ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ	کہہ کہ میں پناہ لیتا ہوں آدمیوں کے پروردگار
مَلِكِ النَّاسِ ۙ	آدمیوں کے بادشاہ
اِلٰهِ النَّاسِ ۙ	آدمیوں کے معبود کی
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ۙ	وسوسہ ڈالنے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے
الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ	جو آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ	(خواہ) وہ جنات سے ہو یا آدمیوں سے

ع ۱ ۳۹

خلاصہ

اللہ کی پناہ مطلوب ہے

بحیثیت اس کے پروردگار ہونے کے وسوسہ ڈالنے والے سے
اس کے حقیقی بادشاہ ہونے کے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے
اس کے معبود برحق ہونے کے وسوسہ پیدا ہونے کے ذرائع
سے ظاہر ہوں یا غیر ظاہر

تمہید

اس سورۃ میں پناہ مانگی گئی ہے اُس بڑے خطر سے جو اندرونی طور پر انسان کو تباہ و برباد کرتا ہے یہ خطرہ وسوسہ ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ	اس وسوسہ سے متعلق حسب ذیل امور یاد رکھنے کے قابل ہیں
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵	(۱) مرتکب: وسوسہ ڈالنے والا.
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	اس کی مختلف صورتیں ہیں. کبھی وہ جنات سے ہوتا ہے کبھی خود انسان سے۔ اس کی شکل ظاہر و واضح ہوتی ہے، کبھی غیر ظاہر اور غیر واضح.
	یعنی مرتکب جرم کبھی بطور خود ہوتے ہیں اور کبھی اپنے میں بیرونی اثر کے نفوذ کی بدولت.
اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ	(۲) مقام: وسوسہ پیدا ہونے کا مقام انسان کا دل ہے اس وجہ سے کہ اس کی مدافعت بہت مشکل ہے.
	بیرونی اور مادی خطرہ کا اندفاع جسمانی قوت یا ظاہری مقابلہ سے ہوسکتا ہے لیکن اندرونی اور روحانی خطرہ کی مدافعت، ایمان، اصلاح عمل اور توبہ و استغفار ہی سے ممکن ہے.
الْخَنَّاسِ	(۳) طریقہ: وسوسہ پیدا کرنے کے بعد مرتکب پیچھے ہٹ جاتا ہے
	یعنی اسکا حملہ گویا شبخون ہوتا ہے. لہذا اس سے بچنے کے لئے ہمیشہ ہوشیار

رہنا پڑتا ہے اور ہر قسم کے احتیاطی تدابیر
کو کام میں لانا پڑتا ہے
تدابیر اکثر و بیشتر حفظ ما تقدم کے طریق پر
ہونی چاہییں

سورۂ فلق میں:۔
(۱) رب کی ایک صفت مذکور تھی یعنی "رب الفلق"
(۲) پناہ تین امور خصوصی سے مانگی گئی تھی:۔
(۱) شر غاسق اذا وقب
(۲) شر النفثٰت فی العقد
(۳) شر حاسد اذا حسد

سورۂ ناس میں
(۱) رب کی تین صفتیں مذکور ہیں یعنی
(۱) رب الناس
(۲) ملک الناس
(۳) الٰہ الناس
(۲) پناہ ایک اجمالی شے سے مانگی گئی ہے یعنی
شر وسواس الخناس

درس عمل

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کو
(۱) ہر قسم کے توہمات اور وسوسوں سے پاک کرلیں اور اسلام کے سیدھے

سارے دستور العمل کے پابند ہو جائیں۔

(۲) فضول رسم ورواج کی پابندیاں دلوں کو زنگ آلود کر دیتی ہیں۔ بُری سوسائٹی اور کورانہ تقلید اور فیشن وغیرہ کی نیرنگیاں اکثر وبیشتر ہر قسم کے فاسد خیالات پیدا اور دلوں میں وسواس ڈالتے ہیں

(۳) ان سے قبل از قبل احتیاط کرنی چاہیئے۔ دلفریب گر خطرناک نظاروں سے آنکھوں کو بچا کر انجام کار پر نظر جمائی جائے تو آج کی تفریح کل کی بربادی کا باعث نہ ہوگی۔

(۴) ذی استقلال، اصلاحِ عمل، اور رجوعی شرم وحیا سے اجتناب کامیابی کے چند مجرب نسخے ہیں جو وسوسہ دور کرتے ہیں اور دلوں میں صفائی کا موجب ہوتے ہیں۔

کتبہ شیخ حسین شاہ آبادی ضلع گلبرگہ شریف
سنہ ۱۳۶۸ھ